من الأحكام الفقهية في الطهارة والصلاة والجنائز

طہارت، نماز اور جنازے کے فقہی احکام

محمد بن صالح العثیمین

طہارت، نماز اور جنازے کے بعض فقہی احکام

تالیف: فضیلۃ الشیخ علّامہ

محمد بن صالح العثیمین

اللہ تعالی ان کی ، ان کے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے

مقدِّمہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے بخشش مانگتے ہیں، اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور ہم اپنے نفس اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جس کو اللہ ہدایت دے دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالی آپ پر، آپ

کی آل واصحاب پر اور نیکی وبھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں پر درود وسلام نازل فرمائے۔ امّا بعد:

عبادت کی تکمیل اور قبولیت دو بنیادی امور پر موقوف ہے: (۱) اللہ عزوجل کے لئے اخلاص (۲) اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ...﴾

"انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔ ابراہیم حنیف کے دین پر..."۔ [البینۃ: ۵]، اللہ کے لیے اخلاص یہ ہے کہ اپنے عمل کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکم کی تعمیل ہو۔ رسول اللہ کی اتباع یہ ہے کہ اپنے عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی لائی ہوئی تعلیمات کی روشنی میں انجام دے، نہ اس میں کچھ اضافہ کرے اور نہ ہی کچھ کمی۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی سنت کی معرفت حاصل ہو۔

اسی لئے، یہ بہت ضروری ہے کہ انسان اس بات کا اہتمام کرے کہ اس کی تمام عبادات اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی دلیل پر مبنی ہوں؛ تاکہ وہ بصیرت کے ساتھ اللہ کی عبادت کر سکے، اور عبادت

میں وہ جس راستے پر گامزن ہے' اس کی سلامتی سے مطمئن ہو سکے، نبی ﷺ کی امامت کو اپنے عمل میں پیش نظر رکھے، اور یہ کہ وہ آپ کے تابع ہے، تاکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اس کی محبت میں اضافہ ہو، اور اس عمل کے ذریعے اسے اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا احساس ہو۔

﴿وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ...﴾

"انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔ ابراہیم حنیف کے دین پر..." [البینۃ: ۵]

اور یہ جان لے کہ بعض عبادتوں کے مختلف طریقے وارد ہوئے ہیں، خاص طور پر وہ عبادات جو بار بار کی جاتی ہیں، جیسے وضو، غسل اور نماز۔

اس میں حکمت - واللہ اعلم - کئی پہلوؤں سے ہے:

پہلا: مکلف پر آسانی کرنا؛ تاکہ وہ ان اقسام میں انتخاب کر سکے، اور جو قسم بھی اختیار کرے اس پر اتباع کرتے ہوئے عمل پیرا ہو۔

دوسرا: ایک ہی قسم پر قائم رہنے سے پیدا ہونے والی اکتاہٹ اور بیزاری کو دور کرنا۔

تیسرا: عبادت کو انجام دینے میں دل کا متحرک اور سرگرم رہنا؛ کیونکہ اگر وہ ایک ہی قسم پر مداومت

برتتا ہے تو وہ اس پر اس طرح غالب آجاتی ہے کہ اس عادت بن جاتی ہے، اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ جب وہ اس پر قائم رہتا ہے تو بسا اوقات لا شعوری میں ہی اسے کہتا یا کرتا رہتا ہے، لیکن جب وہ ایک قسم سے دوسری قسم کی طرف منتقل ہوتا ہے؛ تو عبادت کی نیت کرنے اور اللہ کی بندگی کو بروئے عمل لانے اور رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرنے میں دل متحرک اور سرگرم ہوتا ہے۔

علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی عبادات میں اختلاف کیا ہے: کیا افضل یہ ہے کہ ایک ہی قسم پر قائم رہے، اور اس میں سے جامع ترین یا صحیح ترین یا اس جیسی کوئی چیز منتخب کرے، اور اس پر مستقل قائم رہے؟ یا افضل یہ ہے کہ کبھی اس پر عمل کرے، اور کبھی اس پر؟

راجح یہ ہے کہ کبھی اس کو کرے اور کبھی اس کو؛ تاکہ دونوں قسموں پر عمل ہو جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء مکمل ہو جائے، الّا یہ کہ تنوع کسی خاص حالت کی مناسبت سے ہو، تو اسی مناسب قسم پر اکتفا کیا جائے، جیسے: نماز خوف کی بعض قِسمیں۔

جن عبادتوں کی مختلف شکلیں وارد ہوئی ہیں اور وہ اس قاعدہ میں شامل ہیں' ان میں سے چند یہ ہیں:

طہارت کے بعض احکام، نماز کی ہیئتیں اور اس کے اقوال۔

کچھ فقہی احکام کو مختصر طور پر یا ان کا جائزہ لے کر جمع کر دیا گیا ہے جو طہارت، نماز اور جنازوں کے ابواب سے متعلق ہیں، اس میں ہم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب یا رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث پر اعتماد کیا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے عمل کو اپنی ذات کریم کے لئے خالص بنائے، اس میں اپنی شریعت کی حفاظت اور بندگان الہی کے لئے نفع وبھلائی رکھے؛ بے شک وہ بڑا سخی وکریم ہے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہان کا رب ہے، درود و سلام اور برکتیں نازل ہوں اس کے بندے اور رسول ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور آپ کی آل، آپ کے تمام اصحاب اور قیامت کے دن تک خیر وبھلائی کے ساتھ آپ کی اتباع کرنے والوں پر۔

محمد بن صالح العثیمین

پہلی فصل: طہارت

وضو۔

غسل۔

تیمم۔

موزوں پر مسح

عماموں پر مسح

پٹی پر مسح

وضو

وضو: اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے چار اعضاء کو مخصوص طریقے سے دھونا۔

اور یہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو نماز پڑھنا چاہتا ہو لیکن حالت حدث میں ہو؛ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمۡتُمۡ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغۡسِلُواْ وُجُوهَكُمۡ وَأَيۡدِيَكُمۡ إِلَى ٱلۡمَرَافِقِ وَٱمۡسَحُواْ بِرُءُوسِكُمۡ وَأَرۡجُلَكُمۡ إِلَى ٱلۡكَعۡبَيۡنِ...﴾

"اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منھ کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو لو..." [سورة المائدة: 6]

یہ اس کی صحت اور قبولیت کی شرط ہے؛ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ» "جب تم میں سے کسی کا وضو ٹوٹ جائے، تو جب تک وضو نہ کر لے، اللہ اس کی نماز

قبول نہیں فرماتا"۔ اسے امام بخاری وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے[1]۔

وضو کے چند فضائل:

عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: «مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُسْبِغُ الْوَضُوءَ، ثُمَّ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ». "تم میں سے جو کوئی بھی اچھی طرح وضو کرنے کے بعد یہ دعا پڑھتا ہے: «أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ» (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں) اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ جس میں سے چاہے داخل ہوجائے"۔[2]

عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ،

---

1 اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الحیل، باب في الصلاۃ، حدیث نمبر (6954) میں، اور مسلم نے کتاب الطھارۃ، باب وجوب الطھارۃ للصلاۃ، حدیث نمبر (225) میں روایت کیا ہے۔

2 صحیح مسلم: کتابُ الطہارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، حدیث نمبر (234) بغیر اس قول کے: «اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَوَّابِينَ، واجْعَلْني مِنَ المُتَطَهِّرِينَ»، یہ سنن ترمذی: کتابُ الطہارۃ، باب فیما یقال بعد الوضوء، حدیث نمبر (55) میں آیا ہے۔

حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ» "جو شخص اچھی طرح سے وضو کرے، اس کے گناہ اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں"۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔[1]

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَإِعْمَالُ الْأَقْدَامِ إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ يَغْسِلُ الْخَطَايَا غَسْلًا». "ناگواری کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا، مسجدوں تک پیدل چل کر جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا گناہوں کو دھو دیتا ہے"۔[2]

* وضو کا طریقہ:

۱- دل سے نیت کرے - زبان سے بولے بغیر- حدَث (نا پاکی) کو رفع کرنے کی، یا اس وضو کی جو نماز جیسی چیزوں کے لئے مشروع ہے؛ کیونکہ اللہ عزوجل دل کی بات جانتا ہے، اور اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو، نماز یا کسی بھی عبادت میں زبان سے نیت نہیں کی۔

---

1 صحیح مسلم: کتاب الطہارت، باب خروج خطایا مع ماء الوضوء، حدیث نمبر (245)

2 اسے ابو یعلی (379/1) حدیث نمبر (488)، بزار (161/2) حدیث نمبر (528) اور حاکم نے المستدرك (132/1) میں روایت کیا ہے۔

۲- پھر (بِسم الله) کہے۔

3- پھر ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھوئے۔

۴- اس کے بعد تین چلو پانی سے تین مرتبہ کلی کرے اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرے۔

5- پھر اپنے چہرے کو تین بار دھوئے، اور چہرے کی حد: لمبائی میں سر کے بال اگنے کی جگہ سے داڑھی اور ٹھوڑی کے نیچے تک ہے، اور چوڑائی میں ایک کان سے دوسرے کان تک ہے۔

۶- پھر اپنے دائیں ہاتھ کو انگلیوں کے سروں سے کہنیوں تک تین بار دھوئے، پھر بائیں کو بھی، اور کہنیاں دھونے میں شامل ہیں۔

پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک بار سر کا مسح کرے، انھیں تر کرے، اور سر کے اگلے حصے سے شروع کرے یہاں تک کہ گدی تک پہنچے، پھر انھیں وہیں واپس لے آئے جہاں سے آغاز کیا تھا۔ سر کی تحدید آگے سے چہرے کی حد سے پیچھے گردن کے اوپری حصے تک ہے، اور دائیں اور بائیں سے دونوں کانوں کے درمیان ہے۔

(8) پھر دونوں کانوں کا ایک مرتبہ مسح کرے، اور انگشت شہادت کو ان کے سوراخوں میں ڈالے، جو

سننے کے سوراخ ہیں، اور انگوٹھوں سے ان کے ظاہری حصے کا مسح کرے۔

۹- پھر دائیں پیر کو انگلیوں کے سروں سے ٹخنوں تک تین بار دھوئے، اس کے بعد بائیں کو، اور ٹخنے دھونے میں شامل ہیں، جو پنڈلی کے آخری حصے میں ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں۔

یہ جائز ہے کہ جسے تین بار دھونا ہو، اسے ایک بار دھویا جائے، اور دو بار دھونے پر بھی اکتفا کیا جا سکتا ہے۔

غسل

غسل: اللہ تعالیٰ کی عبادت کے طور پر پورے بدن کو پاک کرنا۔ یہ ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر جنابت یا دیگر موجباتِ غسل ہوں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿...وَإِن كُنتُمۡ جُنُبٗا فَٱطَّهَّرُواْ...﴾

"... اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرلو..."۔ [سورۃ المائدۃ: 6]

* غسل کا طریقہ:

۱- دل سے نیت کرے بغیر زبان سے بولے ہوئے، بڑی ناپاکی کو رفع کرنے یا اس غسل کے لیے جو مشروع ہو، جیسے نماز جمعہ کے لیے غسل۔

۲- پھر (بِسم اللہ) کہے۔

3- پھر دونوں ہتھیلیوں کو تین بار دھوئے۔

4- پھر اپنی شرم گاہ کو دھوئے۔

5- پھر نماز کے وضو کی طرح مکمل وضو کرے۔

6- پھر اپنے سر کو دھوئے، پہلے پانی لے کر بالوں کی جڑوں کا خلال کرے یہاں تک کہ جڑ تک پانی پہنچ جائے، پھر تین بار اس پر پانی بہائے۔

7- پھر باقی جسم کو دھوئے۔

اگر جسم کے کسی حصے میں فریکچر یا زخم ہو جس پر پٹی باندھنے کی ضرورت ہو، تو اس پر پٹی باندھ لے اور اس کے نیچے دھونے کے بجائے اس پر مسح کرے؛ کیونکہ جب پٹی کی وجہ سے دھونا ممکن نہ ہو تو مسح کافی ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ مَا ٱسۡتَطَعۡتُمۡ...﴾

"پس جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو..."۔ [سورۃ التغابن: 16] یہ مسح ضرورت کے تحت ہے، اس کی مقدار اور وقت ضرورت کے مطابق طے ہوں گے، پٹی ضرورت سے زیادہ نہ باندھی جائے اور جب فریکچر یا زخم ٹھیک ہو جائے تو اسے ہٹا دیا جائے۔

اگر جسم کے کسی حصے میں زخم یا چوٹ ہو جسے دھونا نقصان دہ ہو، اور اس پر کوئی پٹی نہ ہو؛ تو اس کو دھونے کے بجائے پانی سے مسح کرے، اور اگر مسح کرنے سے بھی نقصان ہو؛ تو اس کے لیے تیمم کرے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ...﴾

"پس جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو...". [سورۃ التغابن: 16] نیز فرمان باری تعالی ہے:

﴿...هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ...﴾

"... اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی... " [سورۃ الحج: 78]

یہ مسح - چاہے پٹی پر ہو یا بیمار عضو پر- غسل کے قائم مقام ہے، اس سے طہارت مکمل ہو جاتی ہے، اس لیے عذر کے زائل ہونے کے بعد دوبارہ دھونے کی ضرورت نہیں۔

اور جب اتنا پانی مل جائے جو جسم کے کچھ حصے کے لیے کافی ہو؛ تو اسے استعمال کرے، اور باقی کے لیے تیمم کرے۔

تیمم

تیمم: اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پاک مٹی سے طہارت حاصل کرنا، یعنی جب پانی کا استعمال ممکن نہ ہو تو چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرے، یا تو اس لیے کہ پانی موجود نہ ہو یا اس لیے کہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے پانی کا استعمال نقصاندہ ہو۔

یہ حدث اصغر یا اکبر سے پانی کے ذریعے طہارت حاصل کرنے کا بدل ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمۡتُمۡ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغۡسِلُواْ وُجُوهَكُمۡ...﴾

"اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منھ کو دھو لو..." اسی سورت میں آگے فرمایا:

﴿...وَإِن كُنتُم مَّرۡضَىٰٓ أَوۡ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوۡ جَآءَ أَحَدٞ مِّنكُم مِّنَ ٱلۡغَآئِطِ أَوۡ لَٰمَسۡتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُواْ مَآءٗ فَتَيَمَّمُواْ صَعِيدٗا طَيِّبٗا فَٱمۡسَحُواْ بِوُجُوهِكُمۡ وَأَيۡدِيكُم مِّنۡهُۚ مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجۡعَلَ عَلَيۡكُم مِّنۡ حَرَجٖ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمۡ وَلِيُتِمَّ نِعۡمَتَهُۥ عَلَيۡكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ﴾

"... اور اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آیا ہو، یا تم عورتوں سے ملے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کرلو، اسے اپنے چہروں پر اور ہاتھوں پر مل لو اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور

تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے، تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو"۔ [سورۃ المائدۃ: 6]

تیمم کے ذریعے حاصل کی گئی طہارت مکمل طہارت ہے جو حدث کو دور کرتی ہے یہاں تک کہ پانی پر قدرت حاصل ہو جائے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿...وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ...﴾

"... بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا ہے..."۔ [سورۃ المائدۃ: 6] اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «جُعِلَتْ لِي الأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ» "پوری زمین کو میرے لیے مسجد اور ذریعۂ طہارت بنایا گیا ہے، اور میری امت میں سے جس کسی کو بھی نماز کا وقت آجائے، وہ نماز پڑھ لے"۔ اسے بخاری نے روایت کیا[1]، طَہُور: وہ چیز ہے جس سے طہارت حاصل کی جاتی ہے۔

بنابریں اگر نفل نماز کے لیے تیمم کر لے تو اس سے فرض نماز بھی پڑھ سکتا ہے، نماز کے وقت سے پہلے تیمم کرنا صحیح ہے اور نماز کے وقت نکلنے

---

[1] اسے بخاري نے کتاب التیمم میں، باب قول الله: ﴿...فَلَمْ تَجِدُواْ مَآءً فَتَيَمَّمُواْ صَعِيدًا طَيِّبًا فَٱمْسَحُواْ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم...﴾، حدیث نمبر: 335 میں، اور مسلم نے کتاب المساجد، حدیث نمبر: 521 میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

سے تیمم باطل نہیں ہوتا، اور اگر حدث اصغر کے لیے تیمم کیا تو اس کا تیمم اس وقت تک باطل نہیں ہوگا جب تک کہ کوئی حدث نہ ہو، اور اگر حدث اکبر کے لیے تیمم کیا تو اس کا تیمم اس وقت تک باطل نہیں ہوگا جب تک کہ کوئی حدث اکبر نہ ہو۔

لیکن تیمم عذر کے زائل ہونے سے باطل ہوجاتا ہے، چنانچہ جب پانی مل جائے تو تیمم باطل ہوجاتا ہے، اور جب بیماری سے شفا حاصل ہو جائے تو تیمم باطل ہوجاتا ہے، چاہے وہ حدث اصغر سے تیمم کیا ہو یا حدث اکبر سے، تو حدث اصغر کے لیے وضو کرے جس کے لیے پہلے تیمم کیا تھا، اور حدث اکبر کے لیے غسل کرے جس کے لیے پہلے تیمم کیا تھا۔

ہر قسم کی زمین سے تیمم کرنا صحیح ہے، چاہے وہ مٹیلی ہو یا ریتیلی یا پتھریلی، اور اس سے متصل اسی جنس کی چیزوں سے جیسے دیوار سے؛ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: «وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا»، "پوری زمین کو میرے لیے مسجد اور ذریعۂ طہارت بنایا گیا ہے"۔[1]

ابو جہیم بن حارث بن صِمّہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الجِدَارِ،

---

1 اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ». "نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص ملا اور اس نے آپ کو سلام کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا، پھر اس کے سلام کا جواب دیا"۔ صحیح بخاری[1]

* تیمم کا طریقہ:

نماز یا دیگر عبادات کے لیے حدث کو دور کرنے کی نیت دل میں کرے، پھر بسم اللہ کہے، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ایک بار مارے اور ان سے اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کا مسح کرے۔

موزوں پر مسح

خفین' سے مراد پیروں میں پہنے جانے والے چمڑے وغیرہ کے موزے ہیں۔

اور جوارب سے مراد وہ چیز ہے جو روئی وغیرہ سے بنی ہو اور جسے (عربی میں) 'شراب' کہا جاتا ہے۔

* خف اور جورَب پر مسح کرنے کا حکم:

---

1 اس حدیث کو بخاری نے کتاب التیمم، باب التیمم فی الحضر اذا لم یجد الماء، (337) میں روایت کیا ہے، اور مسلم نے کتاب الحیض، باب التیمم، (369) میں تعلیقاً روایت کیا ہے۔

موزوں پر مسح کرنا وہ سنت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوئی ہے، چنانچہ جو شخص انہیں موزے ہوئے ہو، اس کے لیے ان پر مسح کرنا انہیں اتار کر پاؤں دھونے سے افضل ہے۔

اس کی دلیل مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے: أَنَّ النَّبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ تَوَضَّأَ، قالَ المُغِيرَةُ: فأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ، فَقَالَ: «دَعْهُمَا؛ فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ»، فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. نبی ﷺ نے وضو کیا، مغیرہ نے کہا: میں نے آپ ﷺ کے موزے اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "انہیں رہنے دو، میں نے پاؤں کو ان میں حالتِ طہارت (وضو) میں داخل کیا تھا"۔ پھر آپ ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا۔[1]

موزوں پر مسح کی مشروعیت کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔

جہاں تک اللہ تعالی کی کتاب کا تعلق ہے، تو قرآن کریم میں اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمۡتُمۡ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغۡسِلُواْ وُجُوهَكُمۡ وَأَيۡدِيَكُمۡ إِلَى ٱلۡمَرَافِقِ وَٱمۡسَحُواْ بِرُءُوسِكُمۡ وَأَرۡجُلَكُمۡ إِلَى ٱلۡكَعۡبَيۡنِ...﴾

---

[1] اس حدیث کو بخاری نے كتاب الوضوء، باب إذا أدخل رجليه وهما طاهرتان، (206) میں روایت کیا ہے، اور مسلم نے كتاب الطهارة، باب باب المسح على الخفين (79/274) میں روایت کیا ہے۔

"اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منھ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو، اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو لو...؟۔ [سورة المائدة: 6] ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿...وَأَرْجُلَكُمْ...﴾

"... اور اپنے پاؤں کو..." اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سبعی قراءتیں ثابت ہیں۔

ایک یہ کہ: ﴿وَأَرْجُلَكُمْ﴾ کا عطف ﴿وُجُوهَكُمْ﴾ پر ہے، اس بنا پر دونوں پاؤں دھوئے جائیں گے۔

اور دوسرا: ﴿وَأَرْجُلِكُمْ﴾ کو ﴿بِرُءُوسِكُمْ﴾ پر عطف کرتے ہوئے جر کے ساتھ پڑھیں گے، تو پاؤں مسح کیے جائیں گے۔[1]

جس چیز نے یہ واضح کیا کہ پاؤں کو مسح کیا جائے گا یا دھویا جائے گا، وہ سنت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے پاؤں جب ننگے ہوتے تو آپ انہیں دھوتے، اور جب وہ موزوں سے ڈھکے ہوتے تو آپ ان پر مسح کرتے۔

---

[1] نافع، ابن عامر، حفص عن عاصم اور کسائی نے نصب کے ساتھ قرأت کی، اور ابن کثیر، ابو عمرو، شعبہ عن عاصم اور حمزہ نے جر کے ساتھ، جیسا کہ «الكشف عن وجوه القراءات السبع» (1/406) میں ہے۔

جہاں تک سنت کی دلالت کا تعلق ہے؛ تو یہ رسول اللہ ﷺ سے متواتر طور پر ثابت ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: "میرے دل میں مسح کے بارے میں کوئی شک نہیں، اس بارے میں رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ سے چالیس حدیثیں آئی ہیں"۔

اس موضوع پر شاعر کا یہ شعر بھی قابل ذکر ہے[1]:

متواتر احادیث میں یہ حدیثیں بھی ہیں: «جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے» *** اور «جس نے اللہ کے لیے گھر بنایا اور ثواب کی نیت کی»

رؤیت، شفاعت، اور حوض*** اور موزوں پر مسح، اور یہ صرف مثالیں ہیں۔
* موزوں پر مسح کی شرائط:

موزوں پر مسح کے لیے چار شرائط ہیں:

پہلی شرط: ان کو طہارت کی حالت میں پہنا ہو، اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مغیرہ بن شعبہ سے یہ فرمانا ہے: «دَعْهُمَا؛ فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ». "انہیں رہنے دو؛ میں نے ان کے اندر اپنے پاؤں طہارت کی حالت میں داخل کیے تھے"۔[2]

---

1 النظم للتاودی ابن سودة، جیسا کہ انہوں نے صحیح بخاری پر اپنے حاشیہ میں (125/1) ذکر کیا ہے۔
2 اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے (ص 180).

دوسری شرط: موزے یا جرابیں پاک ہوں، اگر وہ ناپاک ہوں تو ان پر مسح جائز نہیں ہے، اس کی دلیل یہ ہے: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى ذَاتَ يَوْمٍ بِأَصْحَابِهِ وَعَلَيْهِ نَعْلَانِ، فَخَلَعَهُمَا فِي أَثْنَاءِ صَلَاتِهِ، وَأَخْبَرَ أَنَّ جِبْرِيلَ أَخْبَرَهُ بِأَنَّ فِيهِمَا أَذًى أَوْ قَذَرًا». "رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ ﷺ نے جوتے پہنے ہوئے تھے۔ دوران نماز آپ ﷺ نے انھیں اتار دیا اور بتایا کہ جبریل نے آپ ﷺ کو خبر دی کہ ان میں کوئی گندگی یا ناپاکی ہے"۔[1] یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس چیز میں نجاست ہو اس میں نماز جائز نہیں ہے، اور کیونکہ نجس پرمسح کرنے سے مسح کرنے والا نجاست سے آلودہ ہو جاتا ہے، لہذا وہ پاک کرنے والا نہیں ہو سکتا۔

تیسری شرط: ان پر مسح چھوٹی نجاست کے وقت ہو، جنابت یا غسل واجب کرنے والی حالت میں نہیں۔ اس کی دلیل صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، انہوں نے کہا: «أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كُنَّا سَفْرًا أَلَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، وَلَكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ». "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جب ہم سفر پر ہوں تو تین دن و تین رات اپنے موزے نہ نکالیں، الا یہ کہ جنابت لاحق ہوجائے، لیکن پاخانہ،

---

[1] اسے ابوداود نے كتاب الصلاة، باب الصلاة في النعل، حدیث نمبر (650) میں روایت کیا ہے، اور احمد نے (20/3) ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

پیشاب اور نیند کی وجہ سے نہ نکالیں"۔[1] چنانچہ مسح کے لیے شرط ہے کہ وہ حدث اصغر میں ہو، اور حدث اکبر میں مسح جائز نہیں ہے؛ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو ہم نے ذکر کی۔

چوتھی شرط: مسح شرعی طور پر متعین وقت میں کیا جائے، جو کہ مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات ہے، اور مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں ہیں؛ جیسا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: "نبی ﷺ نے مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں مقرر فرمائیں۔ یعنی: (موزوں پر مسح کرنے کی مدت)"۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔[2]

یہ مدت حدث کے بعد پہلی بار مسح کرنے سے شروع ہوتی ہے، اور مقیم کے لیے چوبیس گھنٹے اور مسافر کے لیے بہتر گھنٹے تک رہتی ہے۔ اگر ہم فرض کریں کہ ایک شخص نے منگل کے دن فجر کی نماز

---

1 اس حدیث کو ترمذی نے کتاب الطهارة، باب المسح على الخفين، حدیث نمبر: 96، نسائی نے کتاب الطهارة، باب التوقيت في المسح على الخفين، حدیث نمبر: 127، ابن ماجہ نے کتاب الطهارة، باب الوضوء من النوم، حدیث نمبر: 478، اور احمد (239/4) نے روایت کیا ہے۔

2 صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب التوقيت في المسح على الخفين، حدیث نمبر (276)۔

کے لیے طہارت حاصل کی، اور اپنی طہارت پر قائم رہا یہاں تک کہ بدھ کی رات کو عشاء کی نماز ادا کی، اور سو گیا، پھر بدھ کے دن فجر کی نماز کے لیے اٹھا، اور زوال کی ٹائمنگ سے پانچ بجے مسح کیا؛ تو مدت کا آغاز بدھ کی صبح پانچ بجے سے ہوگا اور جمعرات کی صبح پانچ بجے تک رہے گا۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ اس نے جمعرات کے دن پانچ بجے سے پہلے مسح کیا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ فجر کی نماز - یعنی جمعرات کی فجر - اسی مسح کے ساتھ پڑھے، اور جب تک وہ طہارت پر ہے، جتنی چاہے نمازیں پڑھ سکتا ہے؛ کیونکہ اہل علم کے راجح قول کے مطابق مسح کی مدت پوری ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا؛ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے طہارت کی مدت مقرر نہیں کی، بلکہ مسح کی مدت مقرر کی، چنانچہ جب مدت پوری ہو جائے تو مسح نہیں کیا جا سکتا، لیکن اگر وہ طہارت پر ہے تو اس کی طہارت باقی رہے گی؛ کیونکہ یہ طہارت شرعی دلیل کے مطابق ثابت ہوئی ہے، اور جو چیز شرعی دلیل کے مطابق ثابت ہو، وہ شرعی دلیل کے بغیر ختم نہیں ہوتی، اور مسح کی مدت پوری ہونے سے وضو کے ٹوٹنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اصل یہ ہے کہ جو چیز تھی وہ اپنی حالت پر باقی رہے گی جب تک کہ اس کے زوال کا ثبوت نہ مل جائے۔ یہ وہ شرائط ہیں جو موزوں پر مسح کے لیے مقرر کی

گئی ہیں، کچھ اور بھی شرائط ہیں جن کا ذکر بعض اہل علم نے کیا ہے، لیکن ان میں سے بعض شروط محل نظر ہیں۔

[سورة الفاتحة: ١-٧]،

[سورة الإخلاص: 1]، [سورة الفلق:1] [سورة الناس: ١]

[سورة الانشقاق: ١]

[سورة الكافرون: ١] [سورة الإخلاص: 1]

موزوں، عمامہ اور پٹی پر مسح کرنے سے متعلق چند سوالات

تمام تعریفات اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، میں درود و سلام بھیجتا ہوں اپنے نبی محمد پر، آپ کے آل واصحاب اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ آپ کی پیروی کرنے والوں پر۔

اما بعد: میں نے ان سوالات کے جوابات سنے جو مجھ سے موزوں، پگڑیوں اور پٹیوں پر مسح کرنے سے متعلق پوچھے گئے تھے، یہ میرے دیے گئے جواب کے مطابق تھے جو میں نے آن ریکارڈ دیا تھا، میں نے ان میں کچھ معمولی تبدیلیاں کی ہیں اور انہیں چھاپنے کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ تصحیح کا خاص

خیال رکھا جائے، اور کوئی بھی اپنے لیے یا کسی اور کے لیے حقوقِ طبع محفوظ نہ رکھے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توفیق اور قبولیت عطا فرمائے۔

یہ مؤلف نے کہا

محمد بن صالح العثیمین

1410/5/19ھ

موزوں پر مسح

سوال (1): بعض فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے کہ موزے فرض کی جگہ کو ڈھانپنے والے ہوں، یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: یہ شرط صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ جب تک خف یا جراب کا نام باقی ہے، ان پر مسح کرنا جائز ہے کیونکہ سنت نے خف پر مسح کرنے کی مطلق اجازت دی ہے اور شارع نے جس چیز کو مطلق رکھا ہے، اسے کوئی مقید نہیں کر سکتا، الا یہ کہ اس کے پاس شارع کی طرف سے کوئی نص یا شرعی قاعدہ ہو جس سے تقیید واضح ہوتی ہو۔

اسی بناء پر، پھٹے ہوئے موزے پر مسح کرنا جائز ہے، اور باریک موزے پر بھی مسح کرنا جائز ہے؛

کیونکہ موزے کا مقصد جلد کو ڈھانپنا نہیں ہے، بلکہ موزے کا مقصد پاؤں کو گرم رکھنا اور اسے فائدہ پہنچانا ہے۔

خف پر مسح کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ اس کو اتارنا مشکل ہوتا ہے، اور اس معنی میں ہلکے اور بھاری موزے، پھٹے ہوئے اور صحیح سالم موزے میں کوئی فرق نہیں ہے، اہم بات یہ ہے کہ جب تک خف کا نام باقی ہے، اس پر مسح کرنا جائز ہے۔

سوال (2): ایک شخص نے تیمم کیا اور موزے پہنے، کیا اس کے لیے جائز ہے کہ جب پانی مل جائے تو ان موزوں پر مسح کرے، جبکہ اس نے انہیں طہارت کی حالت میں پہنا تھا؟

جواب: اگر طہارت تیمم سے حاصل کی ہو تو اس کے لیے موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ»، "میں نے ان کے اندر اپنے پاؤں طہارت کی حالت میں داخل کیے تھے"[1]۔ تیمم کی طہارت کا تعلق پاؤں سے نہیں ہوتا، بلکہ یہ صرف چہرے اور ہتھیلیوں میں ہوتی ہے۔

---

[1] اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے (ص: 180)۔

اسی طرح، اگر کسی شخص کے پاس پانی نہ ہو، یا وہ بیمار ہو اور وضو کے لیے پانی استعمال نہ کر سکتا ہو؛ تو وہ بغیر طہارت کے بھی موزے پہن سکتا ہے، اور وہ موزے پہنے رہے - بغیر کسی مقررہ مدت کے- یہاں تک کہ پانی مفقود ہونے کے بعد مل جائے یا اگر وہ بیمار ہو تو اپنی بیماری سے شفا یاب ہو جائے؛ کیونکہ پاؤں کا تیمم کی طہارت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سوال (3): کیا نیت واجب ہے، یعنی: جب کوئی موزے یا جوتے پہننا چاہے تو یہ نیت کرے کہ وہ ان پر مسح کرے گا، اسی طرح یہ نیت کہ وہ بطور مقیم مسح کرے گا یا بطور مسافر، یا یہ نیت واجب نہیں ہے؟

جواب: یہاں نیت واجب نہیں ہے؛ کیونکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس کے وجود پر ہی اس کے حکم کا دار ومدار ہے، لہذا نیت کی ضرورت نہیں، جیسے اگر کوئی کپڑا پہنے تو اس کے لیے یہ شرط نہیں کہ وہ نماز میں اپنی ستر کو ڈھانپنے کی نیت کرے، اسی طرح موزے پہننے میں یہ شرط نہیں کہ وہ ان پر مسح کرنے کی نیت کرے، اور نہ ہی مدت کی نیت ضروری ہے؛ بلکہ اگر وہ مسافر ہے تو اس کے لیے تین دن ہیں، چاہے نیت کرے یا نہ کرے، اور اگر مقیم ہے تو اس کے لیے ایک دن اور ایک رات ہیں، چاہے نیت کرے یا نہ کرے۔

سوال (4): وہ کون سی مسافت یا سفر ہے جو موزوں پر تین دن اور تین رات مسح کرنے کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: وہ سفر جس میں نماز قصر کرنا جائز ہے' اس میں مسح کی مدت تین دن اور تین رات ہے؛ کیونکہ صفوان بن عسال کی حدیث جو ہم نے ذکر کی ہے، اس میں وہ کہتے ہیں: «إِذَا كُنَّا سَفْرًا»، ”جب ہم سفر میں تھے“[1]، جب تک انسان مسافر ہے اور نماز قصر کرتا ہے، تو وہ تین دن تک مسح کر سکتا ہے۔

سوال (5): اگر مسافر منزل کو پہنچ جائے یا مقیم سفر پر روانہ ہو جائے، جبکہ اس نے مسح شروع کر دیا ہو، تو اس کی مدت کا حساب کیسے کیا جائے؟

جواب: اگر اس نے مقیم کی حالت میں مسح کیا، پھر سفر پر روانہ ہوگیا؛ تو وہ مسافر کے مسح کو مکمل کرے گا، یہی راجح قول ہے، اور اگر وہ مسافر تھا، پھر واپس آگیا؛ تو وہ مقیم کے مسح کو مکمل کرے گا، یہی راجح قول ہے۔

بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے حضر میں مسح کیا، پھر سفر کیا، تو وہ مقیم کے مسح کی مدت پوری کرے گا۔ لیکن راجح وہی ہے جو ہم نے

---

1 اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے (ص: ۲۰)

پہلے کہا؛ کیونکہ اس شخص کے مسح کی مدت میں کچھ وقت باقی تھا قبل اس کے کہ وہ سفر کرے، اور اسی دوران اس نے سفر کیا، تو اس پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ ان مسافروں میں سے ہے جو تین دن تک مسح کرتے ہیں۔

سوال (6): جس شخص کو مسح کے آغاز اور اس کے وقت میں شک ہو جائے تو وہ کیا کرے؟

جواب: اس حالت میں یقین پر عمل کرے، چنانچہ اگر شک ہو کہ ظہر کی نماز کے لیے مسح کیا یا عصر کی نماز کے لیے؟ تو مدت کا آغاز عصر کی نماز سے کرے؛ کیونکہ اصل عدم مسح ہے۔

اس قاعدہ کی دلیل - جو کہ یہ ہے: (اصل یہ ہے کہ جو چیز تھی اور جس حالت میں تھی، وہ برقرار رہے گی) اور (اصل عدم ہے) - یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں بتایا گیا جسے نماز میں یہ خیال ہوتا تھا کہ وہ نماز میں کچھ (وضو ٹوٹنے کی علامت) پاتا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: «لَا يَنْصَرِفْ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا، أَوْ يَجِدَ رِيحًا». "انسان اس وقت تک باہر نہ نکلے، جب تک آواز نہ سنے یا بدبو محسوس نہ کرے۔"[1]

---

1 اس حدیث کو بخاری نے كتاب الوضوء، باب لا يتوضأ من الشك حتى يستيقن، حدیث نمبر: (137) میں، اور مسلم نے كتاب الحيض، باب الدليل على أن من تيقن الطهارة ثم شك في الحدث فله أن يصلي

سوال (7): ایک شخص نے مسح کی مدت ختم ہونے کے بعد مسح کیا، پھر نماز پڑھی، تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مسح کی مدت ختم ہونے کے بعد مسح کرے - چاہے وہ مقیم ہو یا مسافر- تو اس طہارت کے ساتھ پڑھی گئی نماز باطل ہوگی کیونکہ اس کا وضو باطل ہے؛ کیونکہ مسح کی مدت ختم ہو چکی ہے، اس لیے اس پر لازم ہے کہ وہ دوبارہ مکمل وضو کرے جس میں اپنے پاؤں دھوئے، اور ان نمازوں کو دوبارہ پڑھے جو اس وضو کے ساتھ پڑھی گئی تھیں جس میں مدت کے ختم ہونے کے بعد مسح کیا گیا تھا۔

سوال (8): اگر انسان وضو کی حالت میں موزے اتار دے، پھر وضو ٹوٹنے سے پہلے دوبارہ پہن لے، تو کیا ان پر مسح کرنا جائز ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص موزے اتارے اور پھر انہیں وضو کی حالت میں دوبارہ پہنے، اور یہ پہلا وضو ہو - یعنی موزے پہننے کے بعد وضو نہ ٹوٹا ہو- تو اس کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ انہیں دوبارہ پہنے اور وضو کرتے وقت ان پر مسح کرے۔

بطہارتہ، حدیث نمبر: (361) میں عبد الله بن زید رضي الله عنہ سے روایت کیا ہے۔

لیکن اگر یہ وضو ایسا ہو جس میں اس نے اپنے موزوں پر مسح کیا ہو، تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ جب وہ انہیں اتارے تو دوبارہ پہن کر ان پر مسح کرے؛ کیونکہ ضروری ہے کہ وہ انہیں پانی کے ساتھ طہارت (وضو) کے بعد پہنا ہو، اور یہ طہارت مسح کے ذریعے ہے، یہی اہل علم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔

لیکن اگر اہل علم میں سے کسی نے کہا ہو کہ اگر وہ طہارت کی حالت میں دو بارہ موزے پہنے - چاہے مسح کی طہارت ہی کیوں نہ ہو - تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ مسح کرے جب تک کہ مدت باقی ہو، تو یہ ایک قوی قول ہے، لیکن مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے یہ کہا ہے، جو چیز مجھے اس قول سے روکتی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے نہیں پایا، اگر اہل علم میں سے کسی نے یہ کہا ہو تو میرے نزدیک یہی درست ہے؛ کیونکہ مسح کی طہارت مکمل طہارت ہے، لہذا یہ کہا جانا چاہیے کہ اگر وہ اس پر مسح کر رہا ہے جو اس نے طہارت غسل پر پہنا ہو؛ تو وہ اس پر بھی مسح کرے جو اس نے طہارت مسح پر پہنا ہو، لیکن میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے نہیں دیکھا۔

سوال (9): تو کیا ہم یہ نہیں کہیں گے کہ موزوں کو اتارنا مسح کو باطل کرنے والی چیزوں میں سے ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص موزے اتار دے تو اس کی طہارت باطل نہیں ہوتی، لیکن اس کا مسح باطل ہو جاتا ہے۔ پھر اگر وہ دوبارہ موزے پہن لے اور اس کا وضو ٹوٹ جائے تو ضروری ہے کہ وہ موزے اتار کر اپنے پاؤں دھوئے۔

اور اہم بات یہ ہے کہ ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ موزے اس طہارت کے ساتھ پہننا ضروری ہے جس میں پاؤں دھوئے گئے ہوں، جیسا کہ ہم نے اہل علم کے کلام سے جانا ہے۔

سوال (10): ایک شخص نے پہلی بار جوتوں پر مسح کیا، پھر دوسری بار جوتے اتار کر جرابوں پر مسح کیا، کیا اس کا مسح درست ہے یا پیر دھونا ضروری ہے؟

جواب: اس میں اختلاف ہے، بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر کسی نے ایک موزے پر مسح کر لیا - چاہے اوپر ہو یا نیچے - تو حکم اسی پر معلق ہو گا، اور دوسرے موزے کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔

جب کہ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ جب تک مدت باقی ہے، دوسرے پر حکم منتقل ہونا جائز ہے۔ مثلاً: اگر کسی نے جوتے پر مسح کیا، پھر انہیں اتار دیا، اور دوبارہ وضو کرنا چاہا؛ تو اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جرابوں پر مسح کرے جو کہ موزے ہیں، یہ

راجح قول ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے جرابوں پر مسح کیا، پھر ان پر دوسری جرابیں یا جوتے پہن لیے، اور ان پر مسح کیا؛ تو راجح قول کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں جب تک مدت باقی ہے، لیکن مدت کا حساب پہلے مسح سے ہوگا، نہ کہ دوسرے مسح سے۔

سوال (11): اکثر لوگ صحیح مسح کا طریقہ اور مسح کی جگہ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

جواب: مسح کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کو پیروں کی انگلیوں کے سروں سے پنڈلی تک پھیرے، یعنی: مسح صرف موزے کے اوپری حصے پر کیا جائے، اور مسح دونوں ہاتھوں سے دونوں پیروں پر ایک ساتھ کیا جائے، یعنی: دائیں ہاتھ سے دائیں پیر کا اور بائیں ہاتھ سے بائیں پیر کا ایک ہی وقت میں مسح کیا جائے، جیسے کانوں کا مسح کیا جاتا ہے؛ کیونکہ یہی سنت کا ظاہری مفہوم ہے؛ جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پھر ان پر مسح کیا"۔[1] اور یہ نہیں کہا کہ دائیں سے شروع کیا، بلکہ فرمایا: ’’ان پر مسح کیا‘‘، تو سنت کا ظاہری مفہو یہی ہے۔ ہاں، اگر فرض کیا جائے کہ اس کا ایک ہاتھ کام نہیں کرتا، تو دائیں کو بائیں پر مقدم رکھے۔

---

[1] اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے (ص: ۱۸۰)۔

بہت سے لوگ دونوں ہاتھوں سے دائیں پر مسح کرتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے بائیں پر، میرے علم کے مطابق اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ علماء کہتے ہیں: دائیں پر دائیں ہاتھ سے مسح کرے اور بائیں پر بائیں ہاتھ سے۔

سوال (12): ہم نے کچھ لوگوں کو موزوں کے نیچے اور اوپر مسح کرتے دیکھا ہے، ان کے مسح اور ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: ان کی نماز درست ہے، اور ان کا وضو بھی درست ہے، لیکن انہیں یہ تنبیہ کی جائے کہ نیچے مسح کرنا سنت نہیں ہے، کیونکہ «سنن» میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، انہوں نے فرمایا: "اگر دین رائے پر ہوتا تو موزے کے نچلے حصے پر مسح کرنا اوپری حصے پر مسح کرنے سے بہتر ہوتا، حالانکہ میں نے نبی ﷺ کو اپنے دونوں موزوں کے اوپری حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے"۔[1] یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صرف اوپری حصے کا مسح کرنا مشروع ہے۔

سوال (١٣): ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کی کیا توجیہ ہے؟ ”ما مسح الرسول بعد المائدة“ [سورة

---

[1] سنن ابو داود، کتاب الطهارة، باب : كيف المسح؟، حديث نمبر : 162-

المائدۃ: ۲۰][1] اور علی رضی اللہ عنہ سے مروی اس قول کی کیا توجیہ ہے: "کتاب موزوں پر سبقت لے گئی"[2]

جواب: مجھے نہیں معلوم: کیا یہ دونوں سے ثابت ہے یا نہیں؟ میں نے اس سے پہلے ذکر کیا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے مسح کی احادیث روایت کی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات کے بعد بھی ان کو بیان کیا اور یہ واضح کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اس کی مدت مقرر فرمائی تھی[3]، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات کے بعد بھی ثابت تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات کے بعد (کسی حکم کا) منسوخ ہونا ممکن نہیں۔

سوال (14): کیا موزوں پر مسح کے احکام عورت کے لیے بھی ویسے ہی ہیں جیسے مرد کے لیے ہیں؟ اور کیا اس میں کوئی فرق ہے؟

---

1 اسے امام احمد نے «المسند» (1/ 323) میں روایت کیا ہے۔

2 اسے ابن أبی شیبۃ نے «المصنف» (186/1) میں روایت کیا ہے، دیکھیں: السنن الکبری للبیہقی (272/1)۔

3 اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے (ص: ۲۱)

جواب: اس میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، ایک قاعدہ معلوم ہونا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ: "اصل یہ ہے کہ جو چیز مردوں کے حق میں ثابت ہو وہ عورتوں کے حق میں بھی ثابت ہے، اور جو چیز عورتوں کے حق میں ثابت ہو وہ مردوں کے حق میں بھی ثابت ہے، سوائے اس کے کہ کوئی دلیل ان کے درمیان فرق پر دلالت کرے".

سوال (15): پاؤں میں خارش کرنے یا پاؤں سے کوئی چیز جیسے کنکر وغیرہ نکالنے کے لیے جراب یا اس کا کچھ حصہ اتارنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نے اپنے ہاتھوں کو جرابوں کے نیچے سے داخل کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر اس نے انہیں اتار دیا تو دیکھا جائے گا: اگر تھوڑا سا حصہ اتارا تو کوئی حرج نہیں، لیکن اگر زیادہ حصہ اتارا جس سے زیادہ تر پاؤں ظاہر ہو جائے تو آئندہ ان پر مسح باطل ہو جائے گا۔

سوال (16): عام لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ وہ صرف پانچ نمازوں کے لیے موزوں پر مسح کرتے ہیں، پھر اس کے بعد دوبارہ شروع کرتے ہیں۔

جواب: جی ہاں، یہ عوام میں مشہور ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ مسح صرف پانچ نمازوں کے لیے ہوتا ہے، حالانکہ یہ درست نہیں ہے، بلکہ مدت ایک دن اور

ایک رات کی ہے، یعنی اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات مسح کرے، چاہے وہ پانچ نمازیں پڑھے یا زیادہ۔

مدت کا آغاز مسح سے ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، چنانچہ کوئی شخص دس یا اس سے زیادہ نمازیں بھی پڑھ سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص پیر کے دن فجر کی نماز کے لیے موزے پہنے اور اپنی طہارت پر قائم رہے یہاں تک کہ منگل کی رات سو جائے، پھر منگل کے دن فجر کی نماز کے لیے پہلی بار موزے پر مسح کرے، تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ بدھ کے دن فجر کی نماز تک مسح کرے۔ اس طرح اس نے پیر کے دن فجر، ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء کی نمازیں موزے کے ساتھ پڑھیں، یہ پوری مدت اس کے لیے شمار نہیں ہوگی کیونکہ یہ مسح سے پہلے کی مدت ہے۔ اور منگل کے دن فجر کی نماز پڑھی اور مسح کیا، ظہر کی نماز پڑھی اور مسح کیا، عصر کی نماز پڑھی اور مسح کیا، مغرب کی نماز پڑھی اور مسح کیا، عشاء کی نماز پڑھی اور مسح کیا، اور اسی طرح بدھ کے دن کی نماز کے لیے مسح کر سکتا ہے اگر مدت ختم ہونے سے پہلے مسح کرے، مثلاً: اگر اس نے منگل کے دن فجر کی نماز کے لیے پانچ بجے مسح کیا، اور بدھ کے دن پانچ بجے سے پندرہ منٹ پہلے مسح کیا، اور اپنی طہارت پر قائم رہا یہاں تک کہ جمعرات کی رات عشاء

کی نماز پڑھی، تو اس وضو کے ساتھ بدھ کے دن فجر، ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء کی نمازیں پڑھے گا، اس طرح اس نے موزے پہننے کے بعد پندرہ نمازیں پڑھیں؛ کیونکہ اس نے پیر کے دن فجر کی نماز کے لیے موزے پہنے، اور اپنی طہارت پر قائم رہا، اور منگل کے دن فجر کی نماز کے لیے پانچ بجے مسح کیا، اور بدھ کے دن فجر کی نماز کے لیے پانچ بجے سے پندرہ منٹ پہلے مسح کیا، اور اپنی طہارت پر قائم رہا یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی، اس طرح اس نے پندرہ نمازیں پڑھیں۔

سوال (17): اگر کوئی شخص وضو کرے اور موزوں پر مسح کرے، اور مسح کی مدت کے دوران عصر کی نماز سے پہلے موزے اتار دے، تو کیا وہ نماز پڑھ سکتا ہے اور اس کی نماز صحیح ہوگی، یا موزے اتارنے سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا؟

جواب: اہل علم کے اقوال میں سے راجح قول جسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور اہل علم کی ایک جماعت رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے، یہ ہے کہ موزے اتارنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ لہذا اگر کوئی شخص موزے اتارے جبکہ وہ طہارت کی حالت میں ہو اور اس نے مسح کیا ہو، تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ جب اس نے موزے پر مسح کیا تو اس کی طہارت شرعی

دلیل کے مطابق مکمل ہو گئی اور جب وہ موزے اتارے تو یہ طہارت جو شرعی دلیل کے مطابق ثابت ہوئی ہے، اسے کسی شرعی دلیل کے بغیر نہیں توڑا جا سکتا، اور کوئی دلیل نہیں ہے کہ خف یا جراب اتارنے سے وضو ٹوٹتا ہے۔ اس بنا پر اس کا وضو باقی رہے گا، لیکن اگر وہ بعد میں دوبارہ موزے پہنے اور آئندہ اس پر مسح کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، جیسا کہ اہل علم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔[1]

پگڑیوں پر مسح

سوال (18): کیا عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے؟ اور اس کی حدود کیا ہیں؟

جواب: عمامہ پر مسح کرنا سنت سے ثابت ہے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے، لہذا اس پر مسح کرنا جائز ہے۔ عمامہ کے پورے یا اکثر حصے پر مسح کیا جائے، اور یہ بھی سنت ہے کہ سر کے ظاہری حصے پر مسح کیا جائے، جیسے پیشانی، سر کے اطراف اور دونوں کان۔

سوال (19): کیا مرد کا شماغ اور عورت کا دوپٹہ عمامہ میں شامل ہیں؟

---

[1] الفروع (1/ 218)

جواب: مرد کا شِمَاغ اور ٹوپی قطعاً عمامہ میں شامل نہیں ہوتی، البتہ سردیوں کے دنوں میں سر اور کانوں کو ڈھانپنے والی جو ٹوپی پہنی جاتی ہے، جس کے نیچے سے گردن پر لپیٹ ہوتی ہے، تو یہ عمامہ کی طرح ہے؛ کیونکہ اس کو اتارنے میں مشقت ہوتی ہے، اس لیے اس پر مسح کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک خواتین کا تعلق ہے تو اگر ان کی اوڑھنیاں حلقوں کے نیچے لپٹی ہوئی ہوں' تو وہ ان پر مسح کرسکتی ہیں، جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ کے مشہور مذہب میں ہے[1]؛ کیونکہ یہ بعض صحابیات رضی اللہ عنہن سے مروی ہے۔

سوال (20): کیا وہ ٹوپی جو سر پر ہو اور گردن سے متصل ہو، اس پر مسح کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ظاہراً درست یہ ہے کہ اگر ٹوپی اتارنے میں کوئی مشقت نہ ہو تو اس پر مسح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بعض پہلوؤں سے ٹوپی کی مانند ہے، اور اصل یہ ہے کہ سر کا مسح کرنا واجب ہے یہاں تک کہ انسان کے لیے یہ واضح ہو جائے کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جن پر مسح کرنا جائز ہے۔

---

[1] الإنصاف مع المقنع والشرح الكبير (1/ 387)، ومنتهى الإرادات مع شرح البهوتي (1/ 122)۔

پٹی پر مسح

سوال (21): پٹی اور اس کے مانند چیزوں پر مسح کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور کتاب و سنت سے اس کی مشروعیت کی دلیل کیا ہے؟

جواب: سب سے پہلے ہمیں یہ جاننا ضروری ہے کہ پٹی کیا ہے؟

پٹی اصل میں وہ چیز ہے جس سے ٹوٹی جگہ کو درست کیا جاتا ہے، اور فقہاء کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ چیز ہے جو طہارت کی جگہ پر ضرورت کے تحت رکھی جائے، جیسے: وہ پلاسٹر جو ٹوٹی پر کی جاتی ہے، یا وہ پٹی جو زخم پر یا کمر درد وغیرہ پر باندھی پر ہوتی ہے، تو غسل کے بدلے اس پر مسح کرنا کافی ہے۔

اگر ہم فرض کریں کہ وضو کرنے والے کی بازو پر زخم کی وجہ سے پٹی لگی ہوئی ہے جس کی اسے ضرورت ہے، تو وہ دھونے کے بجائے اس پر مسح کرے گا، اور طہارت مکمل ہوجائے گی۔ یعنی اگر فرض کریں کہ اس شخص نے یہ پٹی اتار دی تو اس کی طہارت باقی رہے گی اور ٹوٹے گی نہیں؛ کیونکہ یہ شرعی طریقے سے مکمل ہوئی ہے، اور پٹی اتارنے سے طہارت کے ٹوٹنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

پٹی کے بارے میں کوئی دلیل اعتراض سے خالی نہیں ہے، بلکہ اس باب میں ضعیف احادیث آئی ہیں جنہیں بعض اہل علم نے اختیار کیا اور کہا کہ ان کا مجموعہ انہیں قابل حجت بناتا ہے۔

جب کہ بعض اہل علم نے کہا: یہ احادیث اتنی کمزور ہیں کہ ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں بھی اختلاف ہے، کچھ نے کہا: پٹی کی جگہ کو پاک کرنا ساقط ہو جاتا ہے؛ کیونکہ وہ اس پر قادر نہیں ہے۔ اور کچھ نے کہا: بلکہ اس کے لئے تیمم کرے، اور اس پر مسح نہ کرے۔

لیکن قواعد کے لحاظ سے سب سے قریب قول - اس باب کی احادیث سے قطع نظر- یہ ہے کہ مسح کرے، اور یہ مسح تیمم کی ضرورت کو ختم کر دیتا ہے، لہذا اس کی ضرورت نہیں رہتی، بنابریں ہم کہتے ہیں: اگر اعضاء طہارت میں زخم ہو تو اس کے مراتب ہیں:

پہلا درجہ: وہ کھلا ہوا ہو، اور دھونے سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچے، تو اس حالت میں اسے دھونا واجب ہے۔

دوسرا درجہ: کھلا ہوا ہو، اور دھونا اس کے لیے نقصان دہ ہو جبکہ مسح نقصان نہ پہنچائے، تو اس درجہ میں اس پر مسح کرنا واجب ہے۔

تیسری حالت: وہ کھلا ہو، اور اس کو دھونا یا مسح کرنا نقصان دہ ہو، تو اس کے لیے تیمم کرے۔

چوتھی حالت: جب زخم پر پٹی یا اس جیسی کوئی چیز ہو جس کی ضرورت ہو، تو اس حالت میں اس ڈھانپنے والی چیز پر مسح کیا جائے، اس کے بعد اسے دھونے کی ضرورت نہیں۔

سوال (22): اگر پٹی ضرورت سے زیادہ ہو تو کیا اس پر مسح کرنے کے لیے کوئی شرط ہے؟

جواب: پٹی پر صرف ضرورت کے وقت ہی مسح کیا جائے گا، اور یہ ضرورت کے بہ قدر ہونا چاہیے۔ ضرورت صرف درد یا زخم کی جگہ نہیں ہوتی، بلکہ پٹی یا پلاسٹر کو ثابت رکھنے کے لیے جو کچھ بھی درکار ہو، وہ بھی ضرورت میں شامل ہے۔

سوال (23): کیا اس کے معنی میں پلاسٹر، جیسے: پٹی وغیرہ شامل ہیں؟

جواب: جی ہاں، شامل ہیں، لیکن یہ معلوم ہونا چاہیے کہ پٹی موزوں پر مسح کی طرح نہیں ہے کہ اس کی کوئی متعین مدت ہو، بلکہ جب تک اس کی ضرورت باقی رہے اس پر مسح کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اس پر چھوٹی اور بڑی نجاست دونوں میں مسح کیا جا سکتا ہے، برخلاف موزوں کے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ جب

غسل واجب ہو تو اس پر مسح کرے، جیسے وضو میں مسح کیا جاتا ہے۔

سوال (24): پٹی پر مسح کا طریقہ کیا ہے؟ کیا پوری پٹی پر مسح کرے یا کچھ حصہ پر؟ تفصیل کی گزارش ہے۔

جواب: جی ہاں، پوری پٹی پر مسح کیا جائے گا؛ کیونکہ اصل یہ ہے کہ بدل کو مبدَل کا حکم حاصل ہوتا ہے جب تک کہ سنت اس کے خلاف نہ آئی ہو۔ یہاں مسح غسل کا بدل ہے، جیسے غسل میں پورے عضو کا احاطہ ضروری ہے، اسی طرح مسح میں پوری پٹی کا احاطہ ضروری ہے۔ جبکہ موزوں پر مسح ایک رخصت ہے، اور حدیث میں اس بعض حصے پر مسح کرنے کی اجازت وارد ہوئی ہے۔

دوسری فصل: نماز:

اہمیت، اور فضیلت

نماز کا طریقہ

سجدۂ سہو

سجدۂ تلاوت

مسافر کی نماز، اور اس کا روزہ

بیماری، اور بیمار شخص کو جن باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے

مریض کیسے طہارت حاصل کرے، کیسے نماز ادا کرے اور کیسے روزہ رکھے؟

نفلی نماز

ممنوعہ اوقات

بے نمازی کا حکم

توبہ

نماز

* نماز کی تعریف:

یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جو قیام، قعود، رکوع وسجود اور اذکار کے ذریعہ ایک خاص طریقے سے ادا کی جاتی ہے، نماز میں داخل ہونے سے پہلے ان شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے جو اس سے پہلے آتی ہیں، جیسے طہارت، ستر پوشی اور وقت کا داخل ہونا - اگر نماز کا وقت مقرر ہو - وغیرہ۔

اہمیت اور فضیلت:

نماز: اسلام کے پانچ ارکان میں سے دوسرا رکن ہے، اور شہادتین کے بعد اسلام کا سب سے اہم رکن ہے۔ جو شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے،

کیونکہ وہ اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کے اجماع کا منکر ہے۔

اور جو شخص اس کی فرضیت کا اقرار کرتا ہے، لیکن سستی کی وجہ سے اسے نہیں پڑھتا، تو اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے، اور راجح قول یہ ہے کہ وہ کفر اکبر کا مرتکب ہے جو اسے دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

نماز بندہ اور اس کے رب کے درمیان ایک رابطہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى يُنَاجِي رَبَّهُ»، "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے"[1]، حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: «قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: ﴿ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾ قَالَ اللهُ تَعَالَى: حَمِدَنِي عَبْدِي. وَإِذَا قَالَ: ﴿ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ﴾ قَالَ اللهُ تَعَالَى: أَثْنَى عَلَيَّ عَبْدِي. وَإِذَا قَالَ: ﴿مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ﴾ قَالَ: مَجَّدَنِي عَبْدِي. فَإِذَا قَالَ: ﴿إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ﴾ قَالَ: هَذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ. فَإِذَا قَالَ: ﴿ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ، صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ﴾ قَالَ: هَذَا لِعَبْدِي، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ». " میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے

[1] صحیح بخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب المصلي يناجي ربه عزوجل، حدیث نمبر: (531)، صحیح مسلم، كتاب المساجد، باب النهي عن البصاق في المسجد، حدیث نمبر: (551)' یہ حدیث انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

درمیان آدھا آدھا بانٹ دیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے، جو وہ مانگے۔ جب بندہ ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ کہتا ہے، تو اللہ تعالی فرماتا ہے: میرے بندے نے میری حمد کی۔ جب بندہ ﴿الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ کہتا ہے، تو اللہ تعالی فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ثنا کی۔ جب بندہ ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ کہتا ہے، تو اللہ تعالی فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی۔ جب بندہ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ کہتا ہے، تو اللہ تعالی فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے، جو وہ مانگے۔ پھر جب بندہ ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ، صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضَّالِّينَ﴾ کہتا ہے، تو اللہ تعالی فرماتا ہے: یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے، جو وہ مانگے"۔[1]

نماز عبادات کا ایک باغ ہے، جس میں ہر قسم کی خوشی موجود ہے: تکبیر جس سے نماز کا آغاز ہوتا ہے، قیام جس میں نمازی اللہ کا کلام پڑھتا ہے، رکوع جس میں رب کی تعظیم کی جاتی ہے، رکوع سے اٹھنے کے بعد قیام جس میں اللہ کی حمد و ثناء کی جاتی ہے،

[1] اسے امام مسلم نے 'کتاب الصلاۃ'، 'باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ'، حدیث نمبر (38/395) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

سجدہ جس میں اللہ تعالی کی بلندی اور اس کی پاکی بیان کی جاتی ہے اور اس سے دعا کی جاتی ہے، قعود دعا اور تشہد کے لیے، اور اختتام سلام پر ہوتا ہے۔

نماز اہم امور کی انجام دہی میں مددگار ہے، اور بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَٱسۡتَعِينُواْ بِٱلصَّبۡرِ وَٱلصَّلَوٰةِ...﴾

" اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو..."

[سورۃ البقرۃ: ۴۵]، ارشاد ربانی ہے:

﴿ٱتۡلُ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَۖ إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِ...﴾

"جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھئے اور نماز قائم کریں، یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے..." [سورۃ العنکبوت: 45]

نماز مومنوں کے لیے ان کی قبروں اور ان کی آخرت میں نور ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «الصَّلَاةُ نُورٌ»، "نماز نور ہے"۔[1] نیز اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا؛ كَانَتْ لَهُ نُورًا، وَبُرْهَانًا، وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ». "

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، حدیث نمبر: (223)' حدیث ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

جو شخص پابندی کے ساتھ نماز ادا کرے‘ وہ اس کے لیے قیامت نور‘ دلیل اور نجات ہوگی"[1]۔

نماز مومنوں کی خوشی اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: «جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ». "میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔"[2]

نماز کے ذریعہ گناہ مٹائے جاتے ہیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: «أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ، يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ- وَسَخِهِ- شَيْءٌ ؟» قَالُوا: لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ. قَالَ:«فَكَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللَّهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا». "اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر کوئی نہر جاری ہو جس میں وہ ہر دن پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: کچھ بھی میل کچیل باقی نہیں رہے گا‘ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

---

1 اسے امام احمد نے «المسند» (169/2) میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

2 اس حدیث کو نسائی نے کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء، حدیث نمبر: (3392) میں، اور احمد نے (128/3) انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

فرمایا: یہی پانچوں نمازوں کی مثال ہے' اللہ تعالی ان کے ذریعہ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے"[1]

نیز اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ، مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ». "پانچوں نمازیں، اور جمعہ سے لے کر جمعہ تک کی نماز ان کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے، جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے"۔[2]

«وَصَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً». "باجماعت نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس (27) درجے زیادہ افضل ہے"۔

اسے ابن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔[3]

---

1 اس حدیث کو بخاری نے کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الصلوات الخمس کفارۃ، حدیث نمبر: (528) میں روایت کیا ہے، اور مسلم نے کتاب المساجد، باب المشي إلى الصلاۃ تمحى به الخطايا، حدیث نمبر: (667) میں روایت کیا ہے، یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

2 صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة مكفرات لما بينهن، حدیث نمبر: (233)' یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

3 اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الأذان، باب فضل الجماعة، حدیث نمبر: (645) میں اور مسلم نے کتاب المساجد، باب فضل صلاۃ الجماعة، حدیث نمبر: (650) میں روایت کیا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ کل وہ اللہ سے اس حال میں ملے کہ وہ مسلمان ہو، تو اس کو چاہیے کہ وہ ان نمازوں کی اس جگہ پابندی کرے جہاں ان کے لیے اذان دی جائے (یعنی مسجد میں باجماعت نماز ادا کرے) اس لیے کہ اللہ تعالی نے تمہارے پیغمبر کے لیے ہدایت کے طریقے مقرر فرمائے ہیں۔ یہ نمازیں بھی ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں۔ اگر تم اپنے گھروں میں نمازیں پڑھو گے، جس طرح یہ پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے پیغمبر کی سنت چھوڑ دو گے۔ اور اگر تم نے اپنے پیغمبر کی سنت چھوڑ دی تو یقینا گمراہ ہو جاؤ گے۔ جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر ان مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف چل پڑتا ہے، تو اللہ تعالی اس کے ہر قدم پر ایک نیکی لکھتا ہے، اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے، اور اس کا ایک گناہ معاف کرتا ہے۔ میں نے تو اپنے لوگوں کا یہ حال دیکھا ہے کہ نماز سے وہی پیچھے رہتا جو کھلم کھلا منافق ہوتا۔ اور (بعض مریض قسم کے) آدمی کو دو آدمیوں کے سہارے سے لایا جاتا اور صف میں کھڑا کردیا جاتا تھا"۔[1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب: صلاۃ الجماعۃ من سنن الهدی، حدیث نمبر: 654۔

نماز میں خشوع و خضوع - یعنی حاضر دماغی -
اور ان کی پابندی جنت میں داخلے کے اسباب میں سے
ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدۡ أَفۡلَحَ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ 1 ٱلَّذِينَ هُمۡ فِي صَلَاتِهِمۡ خَٰشِعُونَ 2 وَٱلَّذِينَ
هُمۡ عَنِ ٱللَّغۡوِ مُعۡرِضُونَ 3 وَٱلَّذِينَ هُمۡ لِلزَّكَوٰةِ فَٰعِلُونَ 4 وَٱلَّذِينَ
هُمۡ لِفُرُوجِهِمۡ حَٰفِظُونَ 5 إِلَّا عَلَىٰٓ أَزۡوَٰجِهِمۡ أَوۡ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُهُمۡ
فَإِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُومِينَ 6 فَمَنِ ٱبۡتَغَىٰ وَرَآءَ ذَٰلِكَ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡعَادُونَ
7 وَٱلَّذِينَ هُمۡ لِأَمَٰنَٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رَٰعُونَ 8 وَٱلَّذِينَ هُمۡ عَلَىٰ
صَلَوَٰتِهِمۡ يُحَافِظُونَ 9 أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡوَٰرِثُونَ 10 ٱلَّذِينَ يَرِثُونَ
ٱلۡفِرۡدَوۡسَ هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ 11﴾

"یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی۔

جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔

جو لغویات سے منھ موڑ لیتے ہیں۔

جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔

جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے۔ یقیناً
یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔

جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز
کرجانے والے ہیں۔

جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔

یہی وارث ہیں۔

جو فردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے"۔ [سورۃ المؤمنون: ۱-۱۱]

نماز کی قبولیت کی دو بنیادی شرطیں یہ ہیں: نماز خالصتاً اللہ کے لیے ہو اور اسے سنت کے مطابق ادا کیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى»، " اعمال (کی قبولیت) کا دار ومدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی"[1]۔ اور فرمایا: «صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي». "تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔"[2]

نماز کا طریقہ:

---

[1] اسے امام بخاری نے کتاب بدء الوحی، باب: كيف كان بدء الوحي، حديث نمبر: (1) میں اور امام مسلم نے كتاب الإمارة، باب: قوله ﷺ: «إنما الأعمال بالنية»، حديث نمبر: (1907) میں روایت کیا ہے، یہ حدیث عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

[2] اس حدیث کو امام بخاری نے كتاب الأذان، باب الأذان للمسافر إذا كانوا جماعة، حديث نمبر: (631) میں مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

جب یہ شرائط پوری ہوجائیں اور نماز کے لیے تیار ہوجائے؛ تو وہ درج ذیل کام کرے:

1- اپنے پورے جسم کے ساتھ قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو، نہ دائیں بائیں مڑے اور نہ ادھر ادھر دیکھے۔

2- پھر دل سے اس نماز کی نیت کرے جو وہ پڑھنے والا ہو، زبان سے نہیں۔

3- پھر (الله اکبر) کہتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہے اور اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر یا کانوں کی لو تک یا ان کے اوپر اٹھائے۔

4- پھر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینہ کے اوپر رکھے۔

5- پھر یہ دعا پڑھے: «اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ». "اے الله! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان ایسی دوری کر دے، جیسی دوری تو نے مشرق و مغرب کے درمیان رکھی ہے۔ اے الله! مجھے خطاؤں سے اسی طرح پاک کر دے، جس طرح سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے الله! مجھے میری

خطاؤں سے پانی اور برف اور اولے سے پاک کر دے۔''[1]

6- یا یہ دعا پڑھے: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ». "اے اللہ! تو پاک ہے، تیری ہی تعریف ہے، تیرا نام بابرکت ہے، تیری شان سب سے اونچی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے"۔[2]

---

1 اس حدیث کو امام بخاری نے 'كتاب الأذان'، 'باب ما يقول بعد التكبير'، حدیث نمبر: (744) میں اور امام مسلم نے 'كتاب المساجد'، 'باب ما يقول بين تكبيرة الإحرام والقراءة'، حدیث نمبر: (598) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

2 یہ اس لیے کہ ابو داود نے 'كتاب الصلاة'، باب 'من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم وبحمدك'، حدیث نمبر: 775 میں، ترمذی نے 'كتاب الصلاة'، باب 'ما يقول عند افتتاح الصلاة'، حدیث نمبر: 242 میں، نسائی نے 'كتاب الافتتاح'، باب 'نوع آخر من الذكر بين افتتاح الصلاة وبين القراءة'، حدیث نمبر: 900 میں، ابن ماجہ نے 'كتاب إقامة الصلاة'، باب 'افتتاح الصلاة'، حدیث نمبر: 804 میں اور احمد نے (3/ 50) ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح ابو داود نے مذکورہ مقام پر، حدیث نمبر: 776 میں، ترمذی نے مذکورہ مقام پر، حدیث نمبر: 243 میں، اور ابن ماجہ نے مذکورہ مقام پر، حدیث نمبر: 806 میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے روایت کی ہے۔ اور امام مسلم نے 'كتاب الصلاة'، 'باب حجة من قال: لا يجهر بالبسملة'، حدیث نمبر: 399 میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فعل کو موقوفاً روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں علت ہے۔

7- پھر «أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ» کہے۔

8- پھر اس طرح سورۂ فاتحہ پڑھے:

﴿بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ 1 ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ 2 ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ 3 مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ 4 إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ 5 ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ 6 صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ 7﴾

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

بدلے کے دن (یعنی قیامت) کا مالک ہے۔

ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا۔

ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا (یعنی وہ لوگ جنہوں نے حق کو پہچانا، مگر اس پر عمل پیرا نہیں ہوئے) اور نہ گمراہوں کی (یعنی وہ لوگ جو جہالت کے سبب راہ حق

سے برگشتہ ہوگئے)۔ پھر کہے: (آمین) یعنی: اے اللہ قبول فرما۔

9- پھر جتنا میسر ہو قرآن کی تلاوت کرے اور فجر کی نماز میں لمبی قرأت کرے۔

10- پھر رکوع کرے، یعنی اللہ تعالی کی تعظیم کے طور پہ اپنی پیٹھ کو جھکائے اور رکوع کرتے وقت کندھوں تک ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے تکبیر کہے اور سنت یہ ہے کہ پیٹھ کو سیدھا رکھے، سر کو اس کے برابر رکھے اور کھلی انگلیوں کے ساتھ ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے۔

11- اور رکوع میں تین مرتبہ "سبحان ربی العظیم" کہے، اور اگر ساتھ میں یہ دعائیں بھی پڑھے: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي»، ”پاک ہے تو اے اللہ ! اے ہمارے رب! اپنی تعریف کے ساتھ، اے اللہ! میری مغفرت فرمادے۔“[1] «سُبُّوحٌ، قُدُّوسٌ، رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ» ”بہت ہی پاکیزہ، انتہائی مقدس، فرشتوں اور روح (جبریل امین) کا رب۔“[2] تو اچھی بات ہے۔

---

[1] صحیح بخاری‘ حدیث نمبر: 761 اور صحیح مسلم‘ حدیث نمبر: 484۔

[2] صحیح مسلم: (487)، سنن ابو داود: (872)۔

12- پھر «سمع الله لمن حمده» کہتے ہوئے اور دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے ہوئے رکوع سے سر اٹھائے۔

13- مقتدی «سمع الله لمن حمده» نہیں کہے، بلکہ اس کی جگہ «ربنا ولك الحمد» کہے۔

14- پھر سر اٹھانے کے بعد یہ دعا پڑھے: «رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، مِلْءَ السَّمَاوَاتِ، وَمِلْءَ الْأَرْضِ، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ»، ”اے ہمارے رب! تیرے ہی لیے تعریف ہے، اتنی کہ جس سے آسمان بھر جائیں، زمین بھر جائے اور اس کے بعد ہر وہ چیز بھر جائے جو تو چاہے۔“[1] وإن زاد: «أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ، وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ: لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ» فحسن. اور اگر اس میں یہ اضافہ کرے: ”اے تعریف اور بزرگی کے لائق! سب سے سچی بات جو بندے نے کہی ہے اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں: جو تو عطا فرمائے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ اور کسی صاحبِ حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے ہاں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔“[2] تو یہ بہتر ہے۔

---

[1] صحیح مسلم : حدیث نمبر: 471، سنن ابو داود : حدیث نمبر: 760۔
[2] صحیح مسلم : حدیث نمبر: 477، سنن ابو داود : حدیث نمبر: 847۔

15- پھر خشوع کے ساتھ اللہ کے لئے پہلا سجدہ کرے، اور سجدہ کرتے وقت "اللہ اکبر" کہے، اور سات اعضا پر سجدہ کرے: پیشانی ناک سمیت، ہتھیلیاں، گھٹنے اور پیروں کے کنارے۔ اور بازؤں کو پہلؤں سے دور رکھے، ہاتھوں کو زمین پر نہ بچھائے، اور انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے۔

16- سجدہ میں تین مرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى" کہے اور اگر یہ دعائیں پڑھے: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي»، "پاک ہے تو اے اللہ ! اے ہمارے رب ! اپنی تعریف کے ساتھ، اے اللہ ! میری مغفرت فرما دے۔"[1] «سُبُّوحٌ، قُدُّوسٌ، رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ» "بہت ہی پاکیزہ، انتہائی مقدس، فرشتوں اور روح (جبریل) کا رب۔"[2] تو یہ بہتر ہے۔

17- پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھائے۔

18- پھر دونوں سجدوں کے درمیان بائیں پیر پر بیٹھے اور دایاں پیر کھڑا رکھے اور دایاں ہاتھ دائیں ران کے کنارے پر رکھ کر خنصر اور بنصر دو انگلیوں کو سمیٹ لے اور شہادت کی انگلی کو اٹھا کر حرکت دیتے ہوئے دعا کرے اور انگوٹھے اور بڑی انگلی کا

---

[1] اسے امام بخاری نے حدیث نمبر: (761) اور امام مسلم نے حدیث نمبر: (484) میں روایت کیا ہے۔

[2] صحیح مسلم : حدیث نمبر: 487، سنن ابو داود : حدیث نمبر: 872۔

حلقہ بنائے، اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران کے اوپر کھول کر رکھے۔

19- اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر یہ دعا پڑھے: «رَبِّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي، وَاجْبُرْنِي، وَعَافِنِي». "اے میرے رب! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے روزی عطا کر، میرے نقصان پورے فرما اور مجھے عافیت دے"[1]۔

20- پھر اللہ کے سامنے خشوع وخضوع کا اظہار کرتے ہوئے دوسرا سجدہ کرے جیسے پہلے سجدہ میں کیا تھا، اور سجدہ کرتے وقت تکبیر کہے۔

21- پھر "اللہ اکبر" کہتے ہوئے دوسرے سجدہ سے اٹھے اور دوسری رکعت بھی پہلی رکعت ہی کی طرح ادا کرے مگر اس میں دعائے استفتاح نہیں پڑھے۔

22- دوسری رکعت مکمل کرکے "اللہ اکبر" کہتے ہوئے (سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائے) جیسے دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا۔

23- اور تشہد کی یہ دعا پڑھے: «التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، اللَّهُمَّ صَلِّ

[1] صحیح مسلم: 2697، سنن ابو داود: 850۔

عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ؛ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ؛ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ؛ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ؛ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، أَعُوذُ بِاَللَّهِ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ».

"تمام قولی، بدنی اور مالی عبادات اللہ کے لیے خاص ہیں۔ اے نبی! آپ پر اللہ کی رحمت، سلامتی اور برکتیں ہوں، نیز ہم پر اور اللہ کے (دوسرے) نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما، جس طرح تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی ہے، تو حمد و ستائش کے لائق ہے اور عظمت والا ہے، اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما، جس طرح تونے ابراہیم اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی، تو حمد و ستائش کے لائق ہے اور عظمت والا ہے۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے، اور مسیح دجال کے فتنہ سے"۔

24- پھر دنیا وآخرت کی بھلائی پانے کے لیے جو دعا چاہے اپنے رب سے کرے۔

25- پھر دائیں اور بائیں ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہتے ہوئے سلام پھیرے۔

26- اور جب نماز تین رکعت یا چار رکعت والی ہو تو پہلے تشہد میں «أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ» کہہ کر رک جائے ۔

27- پھر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے اور کھڑا ہوجائے۔

28- پھر باقی نماز دوسری رکعت کی طرح ادا کرے لیکن صرف سورۂ فاتحہ پڑھے۔

29- پھر آخری تشہد میں تورک کرے چنانچہ دائیں پیر کو کھڑا رکھے اور بائیں پیر کو دائیں پنڈلی کے نیچے سے نکال کر اچھی طرح زمین پر بیٹھے اور پہلے تشہد ہی کی طرح ہاتھوں کو رانوں پہ رکھے۔

30- اور اس جلسہ میں پورا تشہد پڑھے۔

31- پھر دائیں اور بائیں ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہتے ہوئے سلام پھیرے۔

* نماز میں مکروہ چیزیں:

١- نماز میں سر یا نگاہ کو ادھر ادھر گھمانا مکروہ ہے، البتہ آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا حرام ہے۔

۲- نماز میں یہ بھی مکروہ ہے: فضول کام کرنا اور بلا ضرورت حرکت کرنا۔

۳- نماز میں ایسی چیز ساتھ رکھنا مکروہ ہے جو توجہ ہٹائے، جیسے بھاری چیز یا ایسی رنگین چیز جو نظر کو اپنی طرف متوجہ کرے۔

4- نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔

* نماز کو باطل کرنے والی چیزیں:

۱- جان بوجھ کر بات کرنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے' چاہے وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔

۲- پورے بدن کے ساتھ قبلہ کی طرف سے پھر جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

۳- دبر سے ہوا خارج ہونے سے اور ان تمام چیزوں سے نماز باطل ہو جاتی ہے جو وضو یا غسل کو واجب کرتی ہیں۔

4- بغیر ضرورت کے مسلسل زیادہ حرکت کرنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔

۵- ہنسی سے نماز ٹوٹ جاتی ہے چاہے وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔

6- اگر کوئی جان بوجھ کر نماز میں رکوع، سجدہ، قیام یا قعدہ کا اضافہ کرے تو اس سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔

7- جان بوجھ کر امام سے پہلے کوئی عمل کرنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔

8- نماز کو باطل کرنے والی چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے: ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا جو جلد کو ظاہر کرتے ہیں، (جیسا کہ اگلے سوال کے جواب میں واضح طور پر آیا ہے):

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، براہ کرم اس سوال کا جواب دیں:

بہت سے لوگ ایسے ہلکے کپڑے پہن کر نماز پڑھتے ہیں جو جلد کو ظاہر کرتے ہیں، اور ان کپڑوں کے نیچے اتنے چھوٹے پاجامے پہنتے ہیں جو نصف ران سے آگے نہیں بڑھتے، جس کی وجہ سے کپڑے کے نیچے سے نصف ران نظر آتی ہے، تو ان لوگوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

ان لوگوں کی نماز کا حکم اس شخص کی نماز کی طرح ہے جو صرف چھوٹے پاجامے کے علاوہ کوئی

کپڑا نہیں پہنے؛ کیونکہ شفاف کپڑے جو جلد کو ظاہر کرتے ہیں اور پردہ پوشی نہیں کرتے، ان کی موجودگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس بنیاد پر ان کی نماز صحیح نہیں ہے، علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق، اور یہ امام احمد رحمہ اللہ کا مشہور مذہب ہے، کیونکہ مردوں کے لئے نماز میں ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ ڈھانپنا واجب ہے، اور یہ کم سے کم حد ہے جس سے اللہ عزوجل کے فرمان کی تعمیل ہوتی ہے:[1]

﴿يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ خُذُواْ زِينَتَكُمۡ عِندَ كُلِّ مَسۡجِدٖ...﴾

"اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو..." ۔ (سورۃ الاعراف : 31)۔

ان پر دو میں سے ایک کام کرنا واجب ہے: یا تو وہ ایسے پاجامے پہنیں جو ناف سے گھٹنے تک کے حصے کو چھپائیں، یا پھر ان چھوٹے پاجاموں کے اوپر ایک موٹا کپڑا پہنیں جو جلد کو ظاہر نہ کرے۔

یہ عمل جو سوال میں ذکر کیا گیا ہے، غلط اور خطرناک ہے، ان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس سے توبہ کریں، اور نماز میں جو چیزیں ڈھانپنی ضروری ہیں، ان کے مکمل پردے کا اہتمام کریں۔

---

[1] الإنصاف مع المقنع والشرح الكبير (3/ 200)، منتهى الإرادات مع شرح البهوتي (1/ 298)۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو ہدایت دے اور ان کاموں کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی محبت اور رضا کا باعث ہوں؛ بے شک وہ جود وسخا اور عزت والا ہے۔

تحریر کردہ

محمد بن صالح العثيمين

۵ رمضان 1408ھ

فرض نماز کے بعد سلام پھیرنے کے اذکار:

اسے چاہیے کہ یہ دعا پڑھے:

«أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ». ”میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔“ (تین مرتبہ) ”اے اللہ ! تو ہی سلامتی والا ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے، تو بہت با برکت ہے اے بڑی شان اور عزت والے!۔“[1]

«لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ، وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ». ”اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے،

[1] صحیح مسلم : حدیث نمبر: 591، سنن ابو داود: حدیث نمبر: 1512۔

برائی سے بچنے کی ہمت ہے نہ نیکی کرنے کی طاقت مگر اللہ کی توفیق ہی سے، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی نعمت ہے اور اسی کا فضل ہے اور اسی کے لیے بہترین ثنا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، ہم اسی کے لیے بندگی کو خالص کرنے والے ہیں، خواہ کافر (اسے) ناگوار سمجھیں۔“[1]

«لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ». ”اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے سب تعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! اس چیز کو کوئی روکنے والا نہیں جو تو عطا کرے اور جس چیز کو تو روک لے، اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی صاحبِ حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے ہاں فائدہ نہیں دے سکتی۔“[2]

نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے اس باب میں جو تسبیح، تحمید اور تکبیر وارد ہوئی ہیں، ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔

---

[1] صحیح مسلم (594)، سنن نسائی (1340)۔
[2] صحیح بخاری‘ حدیث نمبر: 6862، صحیح مسلم‘ حدیث نمبر: 593۔

یہ کئی طریقوں سے وارد ہوئی ہیں، بہتر یہ ہے کہ کبھی اسے پڑھے اور کبھی اسے۔

پہلا: یہ کہے: ”سُبْحَانَ الله“ تینتیس (33) مرتبہ، ”الْحَمْدُ لِلَّهِ“ تینتیس (33) مرتبہ، ”اللهُ أَكْبَرُ“ تینتیس (33) مرتبہ، اور اس دعا کے ساتھ ختم کرے: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ». ”اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔“[1]

دوسرا: ”سُبْحَانَ الله“ تینتیس (33) مرتبہ، ”الْحَمْدُ لِلَّهِ“ تینتیس (33) مرتبہ، اور ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ چونتیس (34) مرتبہ۔[2]

تیسرا: ”سُبْحَانَ الله“ دس (10) مرتبہ، ”الْحَمْدُ لِلَّهِ“ دس (10) مرتبہ، اور ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ دس (10) مرتبہ۔[3]

---

1 اس حدیث کو مسلم نے کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، حدیث نمبر: (597) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

2 اس حدیث کو مسلم نے کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، حدیث نمبر: (596) میں کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

3 اسے بخاری نے کتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلاۃ، حدیث نمبر: 6329 میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح

چوتھا: «سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ» پچیس مرتبہ۔[1]

اسی طرح آیۃ الکرسی کی بھی تلاوت کرنی چاہیے اور

﴿قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ 1﴾

سورۃ الاخلاص ‘

﴿ قُلۡ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلۡفَلَقِ 1﴾

سورۃ الفلق ‘

﴿قُلۡ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ 1﴾

اور سورۃ الناس کی بھی تلاوت کرے۔

ابو داود، کتاب الأدب، باب في التسبيح عند النوم، حدیث نمبر: 5065، ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء في التسبيح والتكبير والتحميد عند المنام، حدیث نمبر: 3410، نسائی، کتاب السهو، باب عدد التسبيح بعد التسليم، حدیث نمبر: 1349، اور احمد : 2/ 160 نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

[1] اسے ترمذی نے کتاب الدعوات، باب ما جاء في التسبيح والتكبير والتحميد عند المنام‘ حدیث نمبر: 3413 میں، نسائي نے کتاب السهو، باب نوع آخر من عدد التسبيح، حدیث نمبر: 1351 میں، اور احمد نے 5/ 184 زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ نیز نسائي نے کتاب السهو، باب نوع آخر من عدد التسبيح، حدیث نمبر: 1352 میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

سجدۂ سہو کے احکام

سجدۂ سہو کے تین اسباب ہیں: زیادتی، کمی اور شک۔

زیادتی

مثلاً: اگر کوئی شخص اپنی نماز میں ایک رکوع زیادہ کر دے، یعنی ایک رکعت میں دو مرتبہ رکوع کرے، یا سجدہ زیادہ کر دے اور تین مرتبہ سجدہ کرے، یا قیام زیادہ کر دے اور چار رکعت والی نماز میں پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے، پھر یاد آنے پر واپس لوٹ جائے۔

اگر سجدۂ سہو اس وجہ سے ہو تو یہ سلام کے بعد ہوگا، یعنی: آپ تشہد پڑھیں اور سلام پھیر دیں، پھر دو سجدے کریں، اور سلام پھیر دیں، نبی ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا جب آپ نے پانچ رکعتیں پڑھیں، تو آپ کو سلام کے بعد یاد دلایا گیا، تو آپ نے سلام کے بعد سجدہ کیا۔[1]

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نبی ﷺ نے یہاں سلام کے بعد سجدہ کیا کیونکہ انہیں سلام کے بعد ہی علم ہوا، اور یہ بات درست ہے، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر حکم اس

---

1 اس حدیث کو بخاری نے کتاب الصلاۃ، باب ما جاء في القبلة، حدیث نمبر (404) میں، اور مسلم نے کتاب المساجد، باب السهو في الصلاة والسجود له، حدیث نمبر (572) میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

فعل سے مختلف ہوتا تو نبی ﷺ انہیں فرماتے: جب تمہیں زیادتی کا علم ہو جائے تو سلام پھیرنے سے پہلے اس کے لئے سجدہ کرو۔ لیکن جب آپ ﷺ نے اس معاملے کو اسی طرح برقرار رکھا تو معلوم ہوا کہ زیادتی کی صورت میں سجدۂ سہو سلام کے بعد ہی ہوتا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جب ظہر یا عصر کی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرا، پھر آپ کو یاد دلایا گیا، تو آپ نے اپنی نماز مکمل کی، پھر سلام پھیرا، پھر دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا۔ کیونکہ نماز کے دوران سلام پھیرنا اضافی عمل ہے، تو نبی ﷺ نے اس کے لیے سلام کے بعد سجدہ کیا۔[1]

جیسا کہ یہ اثر کا تقاضا ہے، ویسے ہی یہ نظر کا بھی تقاضا ہے، کیونکہ اگر نماز میں زیادتی ہو جائے اور ہم کہیں کہ سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کرے، تو نماز میں دو زیادتیاں ہو جائیں گی، اور اگر ہم

---

1 اسے بخاری نے کتاب الصلاة، باب تشبیک الأصابع فی المسجد، حدیث نمبر: (482) میں روایت کیا ہے، اور مسلم نے کتاب المساجد، باب السہو فی الصلاة والسجود لہ، حدیث نمبر: (573) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح مسلم نے اسی مقام پر، حدیث نمبر (574) میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، مگر انہوں نے کہا: «آپ نے تین رکعتوں میں سلام پھیر دیا»۔

کہیں کہ سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کرے، تو اس میں ایک ہی زیادتی ہو گی جو کہ سہواً واقع ہوئی۔

کمی اور نقص:

اس کا سجدہ سلام سے پہلے ہے، جیسے: اگر کوئی شخص پہلے تشہد کے بعد بھول کر کھڑا ہو جائے، یا سجدے میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" کہنا بھول جائے، یا رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" کہنا بھول جائے، تو ایسی صورت میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کرے گا؛ کیونکہ اس وقت نماز میں واجب کو چھوڑنے کی وجہ سے کمی واقع ہوئی ہے، لہذا حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کر کے اس کمی کو پورا کر لیا جائے۔

اس کی دلیل عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، «أنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ، فَقَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَجْلِسْ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيمَهُ، كَبَّرَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ». رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام کو ظہر کی نماز پڑھائی، اور دو رکعتوں کے بعد بیٹھنے کی بجائے کھڑے ہو گئے۔ جب نماز ختم کر چکے اور لوگ آپ ﷺ کے سلام پھیرنے کا انتظار کرنے لگے، تو آپ ﷺ نے بیٹھے ہوئے حالت

میں ہی "اللہ اکبر" کہا، پھر دو سجدے کیے اور سلام پھیرا۔[1]

زیادتی یا کمی میں شک:

اگر شک ہو جائے کہ چار رکعتیں پڑھی ہیں یا تین؟ تو اس کی دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: جب کسی ایک امر پر ظن غالب ہو جائے، چاہے وہ زیادتی ہو یا کمی۔ تو وہ ظن غالب پر عمل کرے اور سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرے، جیسا کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے: «إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ، فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ، ثُمَّ لِيُسَلِّمْ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ» "جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہوجائے تو وہ صحیح صورت کو یاد کرنے کی جستجو کرے اور اس پر نماز مکمل کرے، پھر سلام پھیرے اور دو سجدے کرے"۔ یہی نبی اکرم ﷺ کا فرمان یا آپ کے فرمان کا مفہوم[2] ہے۔

---

1 اس حدیث کو بخاری نے کتاب الأذان، باب من لم یر التشهد الأول واجبًا، حدیث نمبر (829) میں، اور مسلم نے کتاب المساجد، باب السهو في الصلاة والسجود له، حدیث نمبر (570) میں روایت کیا ہے۔

2 اس حدیث کو بخاری نے کتاب الصلاة، باب التوجه إلى القبلة حيث كان، حدیث نمبر (401) میں اور مسلم نے کتاب المساجد، باب السهو في الصلاة والسجود له، حدیث نمبر (572) میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حالت: جب کسی کو زیادتی یا کمی میں شک ہو اور کسی ایک حالت پر یقین نہ ہو، تو وہ یقین پر عمل کرے' یعنی کمتر حصہ پر عمل کرتے ہوئے نماز مکمل کرے اور سلام پھیرنے سے قبل سجدہ سہو کرے۔ یہی سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔[1]

* سجدۂ سہو کے احکام:

١- اگر نمازی جان بوجھ کر نماز مکمل ہونے سے پہلے سلام پھیر دے تو اس کی نماز باطل ہوجاتی ہے۔

٢- اگر نمازی اپنی نماز میں قیام، یا قعود، یا رکوع یا سجدہ جان بوجھ کر بڑھا دے؛ تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی۔

3- اگر نماز کا کوئی رکن چھوڑ دیا جائے، اور اگر وہ رکن تکبیر تحریمہ ہو؛ تو اس کی نماز نہیں ہوگی، چاہے وہ جان بوجھ کر چھوڑا ہو یا بھول چوک میں؛ کیونکہ اس کی نماز منعقد ہی نہیں ہوئی، اور اگر چھوڑا گیا رکن تکبیر تحریمہ کے علاوہ ہو، اور جان بوجھ کر چھوڑا گیا ہو؛ تو اس کی نماز باطل ہوجاتی ہے۔

٤- اگر کسی نے جان بوجھ کر نماز کا کوئی واجب چھوڑ دیا تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی۔

---

[1] اسے مسلم نے کتاب المساجد، بباب السهو في الصلاة والسجود له' حدیث نمبر: 571 میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

5- اگر سجدۂ سہو سلام کے بعد ہو تو اس کے بعد دوبارہ سلام پھیرنا ضروری ہے۔

* سجدۂ سہو کے احکام کا خلاصہ:

مسئلہ/ 1- نماز مکمل ہونے سے پہلے سلام

اگر نمازی بھول کر نماز مکمل ہونے سے پہلے سلام پھیر دے

اگر کافی وقت گزر جانے کے بعد یاد آئے تو نماز کو نئے سرے سے شروع کرے۔

اور اگر تھوڑی دیر بعد - جیسے پانچ منٹ بعد - یاد آئے تو وہ اپنی نماز مکمل کرے اور سلام پھیرے۔

سجدے کی جگہ/ سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے، اور دوبارہ سلام پھیرے۔

****

مسئلہ/ ٢- نماز میں اضافی عمل

جب نمازی اپنی نماز میں قیام، یا قعود، یا رکوع یا سجدہ کا اضافہ کر دے

اگر اضافہ کرنے کے بعد یاد آئے تو اس پر صرف سجدۂ سہو لازم ہے۔

اور اگر اضافہ کے دوران یاد آ جائے تو اس اضافی عمل سے واپس لوٹنا واجب ہے۔

سجدے کی جگہ/ سجدۂ سہو سلام کے بعد کیا جائے، اور دوبارہ سلام پھیرا جائے۔

****

مسئلہ/3 - ارکان کو ترک کرنا اگر کوئی رکن، سوائے تکبیر تحریمہ کے، بھول کر چھوڑ دے

اور اگر وہ اگلی رکعت میں اس مقام تک پہنچ جائے تو وہ رکعت باطل ہوگی جس میں وہ رکن چھوڑا تھا اور اگلی رکعت اس کے قائم مقام ہوگی۔

اور اگر وہ اگلی رکعت میں اس کے مقام تک نہ پہنچا ہو تو واجب ہے کہ وہ چھوڑے گئے رکن کی جگہ پر واپس جائے اور اس رکن کو اور اس کے بعد کے اعمال کو ادا کرے۔ دونوں صورتوں میں اس پر سجدۂ سہو واجب ہے، اور اس کا محل: سلام کے بعد ہے۔

****

مسئلہ/4- نماز میں شک

اگر رکعات کی تعداد میں شک ہو جائے کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین؟ تو اس کی دو حالتیں ہیں۔

پہلی حالت: جب اس کے نزدیک ایک حالت راجح ہو جائے تو راجح پر عمل کرے اور اس پر اپنی نماز مکمل کرے، پھر سلام پھیرے۔

دوسری حالت: جب کوئی ایک حالت راجح نہ ہو تو یقین پر عمل کرے، یعنی کمتر حصہ پر عمل کرتے ہوئے نماز مکمل کرے۔

سجدے کی جگہ/ پہلی صورت میں سلام کے بعد سجدۂ سہو کیا جائے گا۔

اور دوسری صورت میں سجدۂ سہو سلام سے پہلے کیا جائے گا۔

****

مسئلہ/ 5- پہلا تشہد بھول جانے کی صورت میں

واجبات کا حکم وہی ہے جو پہلے تشہد کا حکم ہے۔

اگر مکمل طور پر کھڑا ہونے کے بعد یاد آئے تو اپنی نماز جاری رکھے اور تشہد کے لئے واپس نہ جائے۔

اگر کھڑے ہونے کے بعد اور مکمل طور پر کھڑا ہونے سے پہلے یاد آجائے، تو واپس بیٹھ جائے، تشہد پڑھے اور اپنی نماز مکمل کرے۔

رانوں کو پنڈلیوں سے اٹھانے سے پہلے یاد آجائے، تو وہ بیٹھا رہے اور تشہد پڑھے، پھر اپنی نماز مکمل کرے، اور سجدہ سہو نہ کرے؛ کیونکہ اس سے نہ کوئی زیادتی ہوئی اور نہ کوئی کمی۔

سجدے کی جگہ/ سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے۔

سجدۂ تلاوت

اس کا سبب یہ ہے کہ انسان ایسی آیت سے گزرے جس میں سجدہ ہو، قرآن کریم میں سجدے معروف ہیں اور مصاحف کے حاشیے پر نشان زد ہیں۔ جب انسان سجدے کی آیت سے گزرے تو اس کے حق میں اللہ عزوجل کے لئے سجدہ کرنا مؤکد ہے، بلکہ بعض علماء نے کہا ہے کہ سجدۂ تلاوت واجب ہے۔ البتہ صحیح یہ ہے کہ یہ واجب نہیں ہے؛ کیونکہ امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن جمعہ کے خطبے میں سورۃ النحل کی سجدے والی آیت تلاوت کی اور سجدہ کیا، پھر دوسرے جمعہ میں اسے پڑھا اور سجدہ نہیں کیا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اللہ تعالی نے ہم پر سجدہ فرض نہیں کیا مگر یہ کہ ہم چاہیں“۔[1] یہاں استثناء منقطع ہے، یعنی «إلَّا أن نشاء» کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو سجدہ کریں۔ «إلَّا أن نشاء» کا مطلب یہ نہیں کہ یہ ہم پر فرض ہے؛ کیونکہ فرائض کو مشیت پر معلق نہیں کیا جاتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کام صحابہ کی موجودگی میں کیا اور کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا، حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم منکر

---

[1] اسے بخاری نے کتاب سجود القرآن، باب من رأى أن الله عزوجل لم یوجب السجود، حدیث نمبر: (1077) میں روایت کیا ہے۔

چیزوں پر اعتراض کرنے میں پیچھے نہیں رہتے تھے۔ اس عظیم مجمع میں صحابہ کا خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس عمل کا اقرار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے، اور یہی صحیح ہے، خواہ انسان نماز میں ہو یا نماز کے باہر۔

*** سجدۂ تلاوت کا طریقہ:**

اللہ اکبر" کہتے ہوئے سات اعضاء پر سجدہ کرے - جیسے نماز میں سجدہ کرتا ہے- ، اور یہ دعا پڑھے: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى"، "سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي"، اور یہ مشہور دعا پڑھے: «اللَّهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، سَجَدَ وَجْهِي لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ، وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ، اللَّهُمَّ اكْتُبْ لِي بِهَا أَجْرًا، وَارْفَعْ عَنِّي بِهَا وِزْرًا، وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ»، "اے اللہ ! میں نے تیرے ہی لیے سجدہ کیا، تجھی پر ایمان لایا اور تجھ پر ہی بھروسہ کیا، میرا چہرہ اللہ کے لیے سجدہ ریز ہوا جس نے اسے پیدا کیا اور اسے شکل و صورت دی اور اپنی طاقت وقوت کے ذریعے سے اس کے کان اور آنکھ کے سوراخ بنائے، اے اللہ ! میرے لیے اس (سجدے) کے عوض اجر لکھ دے اور اس کی وجہ سے مجھ سے (گناہوں کا) بوجھ اتار دے اور اسے میرے لیے اپنے ہاں ذخیرہ بنادے اور اس (سجدے) کو میری طرف سے قبول فرما جیسے تو نے یہ (سجدہ) اپنے بندے داود علیہ السلام کی طرف

سے قبول کیا تھا۔"[1] پھر بغیر تکبیر اور سلام کے کھڑا ہو جائے۔

جب نماز میں سجدہ کرے تو اللہ اکبر کہے، اور جب سر اٹھائے تو اللہ اکبر کہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرنے والے تمام رواۃ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب بھی سر اٹھاتے یا جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔[2] رسول اللہ ﷺ نماز میں سجدہ تلاوت کرتے تھے، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز میں

﴿إِذَا ٱلسَّمَآءُ ٱنشَقَّتۡ 1﴾

سورۃ الانشقاق کی تلاوت کی اور اس میں سجدہ تلاوت کیا۔[3]

جو لوگ نبی ﷺ کی نماز میں تکبیر کو بیان کرتے ہیں، وہ اس میں سجدہ تلاوت کو مستثنیٰ نہیں کرتے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ نماز میں سجدہ تلاوت، نماز کے

---

1 صحیح مسلم : حدیث نمبر: 771، سنن ابو داود : حدیث نمبر: 760۔

2 اس حدیث کو بخاری نے كتاب الأذان، باب اتمام التكبير في الركوع، حدیث نمبر: (785) میں، اور مسلم نے كتاب الصلاة، باب إثبات التكبير في كل خفض ورفع، حدیث نمبر: (392) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

3 صحیح بخاری، كتاب الأذان، باب القراءة في العشاء بالسجدة، حدیث نمبر: 768، صحیح مسلم، كتاب المساجد، باب سجود التلاوة، حدیث نمبر: 578۔

اصل سجدے کی طرح ہے کہ جب سجدہ کرے اور جب سر اٹھائے تو تکبیر کہے۔

اس میں کوئی فرق نہیں کہ سجدہ آخری آیت پر ہو یا قراءت کے دوران، جب سجدہ کرے تو تکبیر کہے، اور جب سر اٹھائے تو تکبیر کہے، پھر رکوع کے وقت رکوع کے لیے تکبیر کہے، اور دو تکبیروں کا متواتر ہونا نقصان دہ نہیں کیونکہ ان کے اسباب مختلف ہیں۔

جو لوگ نماز میں سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتے ہیں اور سجدہ کے لیے تکبیر کہتے ہیں لیکن اٹھتے وقت تکبیر نہیں کہتے، تو میرے علم میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ سجدہ تلاوت سے اٹھتے وقت تکبیر کہنے کے بارے میں جو اختلاف ہے، وہ صرف اس سجدہ کے بارے میں ہے جو نماز کے باہر ہوتا ہے۔ لیکن اگر سجدہ نماز کے دوران ہو تو اسے نماز کے سجدہ کا حکم دیا جائے گا، یعنی سجدہ کرتے وقت تکبیر کہے اور سجدہ سے اٹھتے وقت بھی تکبیر کہے۔

مسافر کی نماز اور اس کا روزہ

مسافر کی نماز دو رکعت ہے اس وقت سے جب وہ اپنے شہر سے باہر نکل جائے یہاں تک کہ وہ واپس آ جائے؛ جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "جب سب سے پہلے نماز فرض کی گئی تو دو رکعت فرض

کی گئی، پھر سفر کی نماز کو برقرار رکھا گیا اور حضر کی نماز کو مکمل کیا گیا"۔[1] ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے: "اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا"[2]۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کے سفر پر نکلے، آپ دو دو رکعت نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ واپس آ گئے"۔[3]

لیکن جب امام کے ساتھ نماز پڑھے تو چار رکعت پوری کرے، چاہے نماز شروع سے پائی ہو یا کوئی رکعت فوت ہوگئی ہو؛ کیوں کہ نبی کریم ﷺ کی عام حدیث ہے: «إِذَا سَمِعْتُمْ الْإِقَامَةَ فَامْشُوا إِلَى الصَّلَاةِ، وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ، وَلَا تُسْرِعُوا، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا»، "جب تم اقامت کی آواز سنو تو نماز کے لیے

---

1 اس حدیث کو بخاری نے كتاب التقصير، باب يقصر إذا خرج من موضعه، حدیث نمبر: (1090) میں، اور مسلم نے كتاب صلاة المسافرين وقصرها، حدیث نمبر: (3/685) میں روایت کیا ہے۔

2 اس حدیث کو بخاری نے كتاب الصلاة، باب كيف فرضت الصلاة في الإسراء؟، حدیث نمبر: (350) میں اور مسلم نے كتاب صلاة المسافرين وقصرها، حدیث نمبر: (1/685) میں روایت کیا ہے۔

3 اسے بخاری نے كتاب التقصير، باب ما جاء في التقصير، حدیث نمبر: (1081) میں اور مسلم نے كتاب صلاة المسافرين وقصرها، حدیث نمبر: (693) میں روایت کیا ہے۔

سکون ووقار کے ساتھ جاؤ اور جلدی نہ کرو۔ پھر جتنی نماز تمھیں ملے پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے پورا کرلو۔"[1] آپ کے عام فرمان: «مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا» میں وہ مسافر بھی شامل ہیں جو امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں' خواہ چار رکعت والے امام ہوں یا دوسرے امام۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: مسافر جب اکیلا ہو تو دو رکعت کیوں پڑھتا ہے، اور جب مقیم کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو چار رکعت کیوں پڑھتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: «یہی سنت ہے»[2].

مسافر سے باجماعت نماز ساقط نہیں ہوتی؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حالت قتال میں بھی اس کا حکم دیا ہے، فرمایا:

﴿وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ ٱلصَّلَوٰةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓاْ أَسْلِحَتَهُمْ ۖ فَإِذَا سَجَدُواْ فَلْيَكُونُواْ مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّواْ فَلْيُصَلُّواْ مَعَكَ...﴾

---

[1] اسے امام بخاری نے كتاب الأذان، باب لا يسعى إلى الصلاة، حديث نمبر: (636) اور باب قول الرجل: فاتتنا الصلاة، حديث نمبر: (635) میں اور امام مسلم نے كتاب المساجد، باب استحباب إتيان الصلاة بوقار وسكينة، حديث نمبر: (602) (603) میں ابو ہریرہ اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، اور یہ الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ہیں۔

[2] اسے امام احمد نے «المسند» (216/1) میں روایت کیا ہے۔

"جب تم ان میں ہو اور ان کے لئے نماز کھڑی کرو تو چاہئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لئے کھڑی ہو، پھر جب یہ سجدہ کر چکیں تو یہ ہٹ کر تمہارے پیچھے آجائیں اور وہ دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آجائے اور تیرے ساتھ نماز ادا کرے..." [النساء:102] مکمل آیت۔

اس بنا پر، اگر مسافر اپنے شہر کے علاوہ کسی اور شہر میں ہو؛ تو اس پر واجب ہے کہ اگر اذان کی آواز سنائی دے تو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز کے لیے حاضر ہو، الا یہ کہ وہ دور ہو، یا اپنے ساتھیوں کے چھوٹ جانے کا خوف ہو؛ کیونکہ عمومی دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جو شخص اذان یا اقامت سنے اس پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔

جہاں تک نفل نمازوں کا تعلق ہے تو مسافر تمام نفل نمازیں پڑھ سکتا ہے سوائے ظہر، مغرب اور عشاء کی سنت مؤکدہ کے۔ چنانچہ وہ وتر، قیام اللیل، چاشت کی نماز، فجر کی سنت مؤکدہ اور دیگر نوافل جو مستثنیٰ نہ ہوں، ادا کر سکتا ہے۔

اگر مسافر ہو تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء کو جمع کرکے پڑھے، چاہے جمع تقدیم ہو یا جمع تاخیر، جو اس کے لیے آسان ہو، جو زیادہ آسان ہو وہی بہتر ہے۔ اور اگر مقیم ہو تو

بہتر یہ ہے کہ جمع نہ کرے، اور اگر جمع کر لے تو کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ دونوں طریقے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔

جہاں تک رمضان میں مسافر کے روزے کا تعلق ہے؛ تو افضل یہ ہے کہ روزہ رکھے، اور اگر روزہ نہ رکھے تو کوئی حرج نہیں، اور جتنے دن روزے نہیں رکھا ہو ان کی قضا کرے، سوائے اس کے کہ روزہ نہ رکھنا اس کے لیے آسان ہو، تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے، والحمد للہ رب العالمین۔

تحریر: محمد الصالح العثیمین

۱۴۰۹/۱۲/۵ھ

جو شخص ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہو، وہ نماز کیسے پڑھے؟

1- نفل نماز جہاز میں اپنی نشست پر بیٹھ کر ادا کرے، خواہ جہاز کی سمت جو بھی ہو، اور رکوع و سجدہ کے لیے اشارہ کرے، البتہ سجدہ میں زیادہ جھکے۔

2- فرض نماز ہوائی جہاز میں صرف اسی صورت میں ادا کرے جب وہ پوری نماز میں قبلہ رخ رہ سکے، اور رکوع، سجدہ، قیام اور قعود بھی کر سکے۔

3- اگر ایسا نہیں کر سکتا ہو تو نماز کو لینڈنگ تک مؤخر کردے اور اترنے کے بعد زمین پر نماز ادا کرے۔ اگر وقت نکل جانے کا خوف ہو تو اسے دوسری نماز کے وقت تک مؤخر کرے، بشرطیکہ وہ ان نمازوں میں سے ہو جنہیں جمع کیا جا سکتا ہے، جیسے ظہر کے ساتھ عصر، اور مغرب کے ساتھ عشاء۔ اگر دوسری نماز کا وقت نکل جانے کا خوف ہو تو دونوں کو ہوائی جہاز میں ہی وقت نکلنے سے پہلے ادا کرے، اور نماز کی شرائط، ارکان اور واجبات میں سے جو کچھ ممکن ہو، اسے بجا لائے۔

(مثلاً) اگر جہاز سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے اڑان بھرے اور سورج غروب ہو جائے جبکہ وہ فضاء ہی میں ہو؛ تو وہ مغرب کی نماز نہیں پڑھے جب تک کہ وہ ہوائی اڈے پر نہ اترے اور زمین پر نہ آجا ئے، پھر زمین پر نماز پڑھے۔ اگر اسے مغرب کا وقت نکل جانے کا خوف ہو؛ تو وہ اسے عشاء کے وقت تک مؤخر کر دے، اور اترنے کے بعد دونوں نمازیں جمع تأخیر کے طور پر پڑھے۔ اگر اسے عشاء کا وقت نکل جانے کا خوف ہو -جو کہ آدھی رات کو ہوتا ہے-؛ تو وہ دونوں نمازیں وقت نکلنے سے پہلے جہاز میں ہی پڑھ لے۔

4- ہوائی جہاز میں فرض نماز پڑھنے کا طریقہ:
کھڑا ہو، قبلہ رخ ہو، پھر تکبیر کہے اور سورہ فاتحہ پڑھے، اور اس سے قبل جو دعائے استفتاح یا اس کے بعد جو قرآن کی تلاوت مسنون ہے' وہ پڑھے، پھر رکوع کرے، پھر رکوع سے سر اٹھائے اور اطمینان سے کھڑا ہو، پھر سجدہ کرے، پھر سجدے سے سر اٹھائے اور اطمینان سے بیٹھے، پھر دوسرا سجدہ کرے، اور باقی نماز میں بھی اسی طرح کرے۔

اگر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر اشارہ کرے، اگر قبلہ کا علم نہ ہو اور کوئی معتبر شخص بھی نہ بتائے تو اجتہاد کرے اور اندازہ لگائے' اور اپنے اجتہاد کی روشنی میں نماز ادا کرے۔

5- مسافر کی نماز ہوائی جہاز میں قصر ہوگی، لہٰذا وہ بھی دیگر مسافروں کی طرح چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھے۔

ہوائی جہاز سے سفر کرنے والا حج اور عمرہ کا احرام کیسے باندھے؟

1- اپنے گھر میں غسل کرے، اور اپنے معمول کے کپڑوں میں رہے، اور اگر چاہے تو احرام کے کپڑے پہن لے۔

جب جہاز میقات کے بالمقابل پہنچنے کے قریب ہو تو احرام کے کپڑے پہن لے، اگر پہلے سے نہ پہنے ہوں۔

3- جب جہاز میقات کے برابر آ جائے تو وہ نسک میں داخل ہونے کی نیت کرے، اور جس حج یا عمرہ کی نیت کی ہو اس کے مطابق تلبیہ کہے۔

۴- اگر غفلت یا بھول جانے کے خوف سے احتیاطاً میقات کے سامنے آنے سے پہلے احرام باندھ لے تو کوئی حرج نہیں۔

تحریر: محمد بن صالح العثیمین

۲/۵/۱۴۰۹ھ والحمد لِلّٰہ ربِّ العالمین

بیماری' اور بیمار شخص کو جو باتیں مد نظر رکھنی چاہئے

مرض: خرابی صحت، اور جسم کا فطری اعتدال سے نکل جانا۔

بیمار شخص کو چاہیے کہ ان امور کا خیال رکھے:

1- اس بات پر ایمان رکھے کہ جو کچھ اسے پہنچا ہے وہ اللہ کی قضا وقدر کا نتیجہ ہے؛ کیونکہ اس کا رب ہی ہے جس نے اس کو مقدر کیا، اور وہی اس کا خالق

ومالک ہے، اس سے اسے اطمینان حاصل ہوگا اور وہ تسلیم ورضا پر عمل پیرا ہوگا۔

2- اس بات پر ایمان لائے کہ یہ سب کچھ لکھا ہوا ہے، اور جو لکھا ہوا ہے اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

3- اس پر صبر کرے؛ کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿...وَٱصۡبِرُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ﴾

" ... اور صبر و سہارا رکھو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔ [سورة الأنفال: 46]۔

4- اپنے دل کو اپنے رب سے وابستہ رکھے اور اس پاک وبرتر پروردگار کی طرف سے فراخی کا انتظار کرے؛ کیوں کہ حدیث قدسی میں ہے: «أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي»، ”میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے۔“[1]، نیز اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «وَاعْلَمْ أَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ

[1] اسے بخاري نے كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ ٱللَّهُ نَفۡسَهُۥ﴾، حديث نمبر: 7405، اور مسلم نے كتاب الذكر والدعاء، باب الحث على ذكر الله تعالى، حديث نمبر: 2675 میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

يُسْرًا». " اور جان لو کہ کشادگی تنگی کے ساتھ ہے، اور بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے"۔[1]

5- اپنے فارغ وقت میں زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر، قرآن کی تلاوت، توبہ اور استغفار کرنا چاہئے۔

6- اپنے بیماری کی شکایت کسی کے سامنے نہ کرے سوائے اپنے خالق کے جو اس کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے، البتہ بیماری کی اطلاع دینا جائز ہے مگر شکایت کے طور پر نہیں۔

7- اللہ کی عطا کردہ نعمتِ عافیت کی قدر جانے، اور اپنے بیمار بھائیوں پر رحم کرے۔

8- یہ یقین رکھے کہ بیماری کے ذریعے اللہ گناہوں کو مٹاتا ہے، کیونکہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ، إِلَّا حَطَّ اللَّهُ بِهِ سَيِّئَاتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا»، "ہر وہ مسلمان جسے کوئی تکلیف پہنچے، خواہ وہ بیماری ہویاکچھ اور' اللہ اس کی برکت سے اس کے گناہ اسی طرح جھاڑدیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو جھاڑ دیتا ہے"[2] رسول اللہ

[1] اسے امام احمد نے «المسند» (1/ 307) میں ابن عباس رضي الله عنهما سے روایت کیا ہے۔

[2] اسے بخاری نے كتاب المرضى، باب وضع اليد على المريض، حديث نمبر: (5660)، اور مسلم نے كتاب البر والصلة، باب ثواب المؤمن

ﷺ نے فرمایا: «مَا مِنْ مُصِيبَةٍ تُصِيبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا عَنْهُ» ”مسلمان کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے‘ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے گناہ معاف کردیتا ہے“۔[1] یعنی اس کی خطائیں مٹا دیتا ہے۔

مریض کیسے طہارت حاصل کرے؟

1- مریض پر واجب ہے کہ وہ پانی سے طہارت حاصل کرے، یعنی حدث اصغر ہو تو وضو کرے اور حدث اکبر ہو تو غسل کرے۔

2- اگر وہ پانی سے طہارت حاصل کرنے سے قاصر ہو، یعنی پانی کے استعمال سے عاجز ہو‘ یا بیماری بڑھ جانے کا خوف ہو، یا شفایابی میں تاخیر کا ڈر ہو؛ تو وہ تیمم کرے۔

٣- تیمم کا طریقہ: اپنے دونوں ہاتھوں کو پاک زمین پر ایک بار مارے، ان سے پورے چہرے کا مسح کرے، پھر دونوں ہتھیلیوں سے ایک دوسرے پر مسح کرے۔

فيما يصيبه، حديث نمبر: (2571) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

[1] اسے بخاری نے كتاب المرضى، باب ما جاء في كفارة المرض، حدیث نمبر: (5640)میں اور مسلم نے كتاب البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه، حدیث نمبر: (2572) میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

۴- اگر وہ خود سے طہارت حاصل نہ کر سکے تو کوئی دوسرا شخص اسے وضو یا تیمم کرائے۔

5- اگر طہارت کے کسی عضو پر زخم ہو تو اسے پانی سے دھوئے، اگر پانی سے دھونا نقصان دہ ہو تو اس پر مسح کرے، یعنی ہاتھ کو پانی سے تر کرے اور اس پر پھیرے، اگر مسح بھی نقصان دہ ہو تو اس کے بدلے تیمم کرے۔

6- اگر اس کے کسی عضو میں پٹی یا پلستر بندھا ہوا ہو تو اسے دھونے کے بجائے اس پر پانی سے مسح کرے، ایسی صورت میں تیمم کی ضرورت نہیں کیونکہ مسح غسل کا بدل ہے۔

7- دیوار یا کسی اور پاک چیز سے جس پر غبار ہو، تیمم کرنا جائز ہے۔ اگر دیوار پر زمین کی جنس کے علاوہ کوئی چیز جیسے پینٹ لگی ہو تو اس پر تیمم نہ کریں، الا یہ کہ اس پر غبار ہو۔

8- اگر زمین، دیوار یا کسی اور چیز پر جس پر غبار ہو، تیمم کرنا ممکن نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ مٹی کو کسی برتن یا رومال میں رکھ کر اس سے تیمم کر لیا جائے۔

9- اگر کوئی شخص نماز کے لیے تیمم کرے اور اپنی طہارت پر قائم رہے یہاں تک کہ دوسری نماز کا

وقت آجائے، تو وہ پہلے تیمم سے ہی دوسری نماز پڑھ سکتا ہے اور دوسری نماز کے لیے دوبارہ تیمم نہ کرے؛ کیونکہ وہ اپنی طہارت پر قائم ہے اور کوئی ایسی چیز نہیں ہوئی جو اسے باطل کرے۔ اگر اس نے جنابت کی وجہ سے تیمم کیا ہو، تو وہ اس وقت تک دوبارہ تیمم نہیں کرے جب تک کہ اسے دوبارہ جنابت نہ لاحق ہو جائے، لیکن اس مدت میں حدث اصغر کے لیے تیمم کرے گا۔

10- مریض پر لازم ہے کہ وہ اپنے جسم کو نجاستوں سے پاک رکھے، اگر وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتا ہو تو اپنی حالت میں ہی نماز ادا کرے، اس کی نماز صحیح ہوگی اور اس پر اعادہ لازم نہیں۔

11- مریض پر واجب ہے کہ وہ پاک کپڑوں میں نماز ادا کرے، اگر اس کے کپڑے ناپاک ہو جائیں تو انہیں دھونا یا پاک کپڑوں سے بدلنا واجب ہے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو اپنی حالت پر ہی نماز ادا کرے، اس کی نماز صحیح ہوگی، اور اس پر اعادہ لازم نہیں۔

12- مریض کے لیے ضروری ہے کہ وہ پاک جگہ پر نماز ادا کرے، اگر اس کی جگہ ناپاک ہو جائے تو اسے دھونا یا کسی پاک چیز سے بدلنا واجب ہے، یا اس پر کوئی پاک چیز بچھا دے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو اپنی

حالت پر ہی نماز ادا کرے، اس کی نماز درست ہو گی اور اس پر اعادہ لازم نہیں۔

13- مریض کے لیے جائز نہیں کہ وہ طہارت کی عدم استطاعت کی وجہ سے نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرے، بلکہ جتنی طہارت ممکن ہو حاصل کرے، پھر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرے، خواہ اس کے بدن، کپڑے یا جگہ پر کوئی نجاست موجود ہو جسے دور کرنے سے وہ عاجز ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ مَا ٱسۡتَطَعۡتُمۡ...﴾

" جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو..."
[التغابن: ١٦]

تحریر: محتاج الہی محمد بن صالح العثیمین

٩/١/١٤٠٣ھ

مریض کیسے نماز ادا کرے گا؟

1- مریض پر واجب ہے کہ وہ فرض نماز کھڑے ہو کر ادا کرے، اگرچہ جھک کر یا کسی دیوار یا لاٹھی کا سہارا لے کر کھڑا ہونا پڑے۔

2- اگر قیام کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے، اور بہتر یہ ہے کہ قیام اور رکوع کی جگہ پر پالتی مار کر بیٹھے۔

3- اگر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہو تو پہلو کے بل قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھے، اور داہنے پہلو پر لیٹ کر پڑھنا افضل ہے۔ اگر قبلہ کی طرف رخ کرنا ممکن نہ ہو تو جس طرف بھی رخ ہو نماز پڑھے، اس کی نماز صحیح ہو گی اور اس پر اعادہ لازم نہیں۔

4- اگر پہلو کے بل بھی نماز ادا کرنا ممکن نہ ہو تو پیٹھ کے بل لیٹ کر ادا کرے اور پیر قبلہ کی طرف ہوں۔ اگر پیر قبلہ کی طرف نہ کر سکے تو پیر جدھر بھی ہوں اسی حال میں نماز ادا کرے اور اس پر اعادہ لازم نہیں۔

5- مریض کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی نماز میں رکوع اور سجدہ کرے، اگر نہ کر سکے تو اپنے سر سے ان دونوں کا اشارہ کرے، اور سجدے کے لیے اشارہ رکوع کے بہ نسبت زیادہ جھک کر کرے۔ اگر رکوع کی طاقت ہو اور سجدہ نہ کر سکے تو رکوع کی حالت میں رکوع کرے اور سجدے کا اشارہ کرے۔ اگر سجدہ کر سکتا ہو اور رکوع نہ کر سکے تو سجدے کی حالت میں سجدہ کرے اور رکوع کا اشارہ کرے۔

6- اگر رکوع وسجدہ کے دوران سر سے اشارہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو اپنی آنکھوں سے اشارہ کرے۔ رکوع کے لیے آنکھوں کو تھوڑا سا بند کرے اور سجدے کے لیے کچھ زیادہ بند کرے۔ اور جہاں تک انگلی سے اشارہ کرنے کا تعلق ہے، جیسا کہ بعض بیمار کرتے ہیں، تو یہ صحیح نہیں ہے، اور مجھے اس کی کوئی اصل کتاب و سنت یا اہل علم کے اقوال میں نہیں ملی۔

7- اگر سر سے اشارہ کرنے کی بھی استطاعت نہ ہو اور آنکھ سے بھی اشارہ نہ کر سکے تو دل سے نماز پڑھے، چنانچہ تکبیر کہے اور قراءت کرے ، اور دل میں رکوع، سجدہ، قیام اور قعود کی نیت کرے، اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

8- مریض پر واجب ہے کہ وہ ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرے اور نماز کے جو بھی واجبات ہیں' ان میں سے جو کچھ اس کی استطاعت میں ہو اسے ادا کرے۔ اگر ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا اس کے لیے مشکل ہو تو اسے ظہر اور عصر، اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنے کی اجازت ہے، یا تو جمع تقدیم کے طور پر کہ عصر کو ظہر کے ساتھ اور عشاء کو مغرب کے ساتھ ملا لے، یا جمع تاخیر کے طور پر کہ ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ

مؤخر کر لے، جیسا اس کے لیے آسان ہو۔ البتہ فجر کو نہ اس سے پہلے کسی کے ساتھ جمع کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کے بعد کسی کے ساتھ۔

9- اگر مریض سفر میں ہو اور اپنے وطن کے علاوہ کسی اور جگہ علاج کروا رہا ہو تو وہ چار رکعت والی نماز کو قصر کرے، یعنی ظہر، عصر اور عشاء کی نمازیں دو دو رکعت پڑھتا رہے یہاں تک کہ اپنے وطن واپس آجائے، خواخ اس کا سفر طویل ہو یا مختصر۔

مریض کیسے روزہ رکھے؟

1- روزے کے تئیں مریض کی تین حالتیں ہیں:

پہلی حالت: اس کے لیے روزہ رکھنے میں کوئی مشقت وپریشانی نہ ہو اور نہ ہی اس سے اسے کوئی نقصان پہنچتا ہو، ایسی صورت میں اس پر روزہ رکھنا واجب ہے۔

دوسری حالت: اس پر روزہ شاق ہو، ایسی صورت میں اس کے لیے روزہ رکھنا مکروہ ہے، اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول نہیں کیا۔

تیسری حالت: اس کے لیے روزہ نقصان دہ ہو، اس صورت میں اس کے لیے روزہ رکھنا حرام ہے، اور

روزہ رکھنے کی صورت میں وہ گنہ گار ہوگا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿...وَلَا تَقْتُلُوٓاْ أَنفُسَكُمْۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾

" ... اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے"۔ [النساء: 29]، اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا» "بلاشبہ تمھارے نفس کا تم پر حق ہے"۔ [حدیث طویل ہے۔ متفق علیہ][1]

2- مریض پر لازم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے شفا دے تو وہ اپنے روزے کی قضا کرے، اور اسے دوسرے رمضان تک مؤخر نہ کرے۔

3- اگر وہ مستقبل میں قضا نہیں کر سکتا ہو؛ کیونکہ اس کی بیماری ایسی ہو جس سے شفایاب ہونے کی امید نہیں ہو؛ تو رمضان میں ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے، مہینے کے دنوں کی تعداد کے مطابق، یا تو ہر دن کے بدلے میں، یا مہینے کے آخری دن میں، اس طرح کہ وہ مہینے کے دنوں کی تعداد کے مطابق مساکین کو شام کا کھانا کھلائے، یا ہر دس دن کے بعد دس مساکین کو کھانا کھلائے۔

---

[1] اس حدیث کو بخاری نے کتاب التہجد، حدیث نمبر: (1153) میں، اور مسلم نے کتاب الصیام، باب النہی عن صوم الدہر (1159/182-186) میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

4- اگر مریض رمضان کے بعد شفایاب ہو جائے اور روزہ رکھنے کے قابل ہو، لیکن اس نے روزہ نہ رکھا اور وفات پا گیا؛ تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے، اگر ولی نے ایسا نہ کیا؛ تو اس کی وراثت سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے، اور اگر ولی اپنی طرف سے کھانا کھلانے کا اہتمام کرے؛ تو کوئی حرج نہیں۔

نفلی نماز

* کی فضیلت:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت کا ایک مظہر یہ ہے کہ اس نے ہر قسم کی فرض عبادت کے لئے نفل بھی مقرر کیا ہے۔ نماز کے لئے بھی نفل ہے جو اس کی مشابہت رکھتی ہے، زکوٰۃ کے لئے صدقات ہیں جو اس کی مشابہت رکھتے ہیں، روزے کے لئے نفلی روزے ہیں جو اس کی مشابہت رکھتے ہیں، اور اسی طرح حج کے لئے بھی۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے تاکہ ان کے ثواب اور قربت الٰہی میں اضافہ ہو اور فرائض میں ہونے والی کمی دور ہو جائے؛ کیونکہ قیامت کے دن نوافل کے ذریعے ہی فرائض کی تکمیل ہوگی۔

نفلی نماز کی مثالیں:

1- فرض نمازوں کے ساتھ پڑھی جانے والی سنتیں:

جوکہ یہ ہیں: ظہر کی نماز سے پہلے دو سلام کے ساتھ چار رکعتیں، یہ ظہر کے وقت کے داخل ہونے کے بعد ہی پڑھی جاتی ہیں، وقت کے داخل ہونے سے پہلے نہیں، ظہر کے بعد دو رکعتیں، تو یہ کل چھ رکعتیں ہوئیں، جو سب کی سب ظہر کی سنن رواتب ہیں۔ عصر کی نماز کے لئے کوئی سنت رواتب نہیں ہے۔ مغرب کے بعد دو رکعتیں، عشا کے بعد دو رکعتیں، اور فجر سے پہلے دو رکعتیں۔

بطور خاص فجر کی دو رکعتوں میں

افضل یہ ہے کہ انسان ہلکی ادا کرے

اور ان میں یہ سورتیں پڑھے:

﴿قُلۡ يَٰٓأَيُّهَا ٱلۡكَٰفِرُونَ 1﴾

پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون

﴿قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ 1﴾

اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص' یا یہ آیت:

﴿قُولُوٓاْ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيۡنَا...﴾

"اے مسلمانو! تم سب کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر بھی جو ہماری طرف اتاری گئی..."

[سورة البقرة: 136]- پہلی رکعت میں سورة البقرة کی یہ آیت پڑھے اور

﴿قُلۡ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ كَلِمَةٖ سَوَآءِۭ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ...﴾

دوسری رکعت میں سورة آل عمران کی یہ آیت: "آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے...". [سورة آل عمران: 64] .

اور یہ کہ فجر کی سنت حضر اور سفر دونوں میں پڑھی جاتی ہے۔

اور یہ کہ اس کی ایک عظیم فضیلت ہے، جس کے بارے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: «رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا». "فجر کی دو رکعتیں دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے افضل ہیں۔"[1]

2- نفل نماز میں وتر بھی ہے:

یہ مؤکد ترین نوافل میں سے ہے، یہاں تک کہ بعض علما اس کے وجوب کے بھی قائل ہیں، امام احمد رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں فرمایا: " جس نے وتر کو

---

[1] صحيح مسلم، کتاب: صلاة المسافرين، باب: استحباب ركعتي سنة الفجر، حدیث نمبر :(725)، راوی: عائشہ رضی اللہ عنہا۔

ترک کیا وہ برا آدمی ہے، اس کی گواہی قبول نہیں کی جانی چاہیے"۔[1]

رات کی نماز وتر کے ساتھ ختم ہوتی ہے، جسے ڈر ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں بیدار نہیں ہوسکے گا تو اسے چاہیے کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے، اور جسے امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوگا تو وہ اپنے نوافل ختم کرنے کے بعد رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا». "تم اپنی رات کی آخری نماز وتر کو بناؤ"۔[2]

اسے کم سے کم ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعت پڑھا جا سکتا ہے۔ کمال کا سب سے کمتر درجہ تین رکعت ہے۔

اگر کسی نے تین رکعت وتر پڑھی، تو اس کے پاس اختیار ہے: چاہے تو تینوں کو مسلسل ایک ہی تشہد کے

---

1 دیکھیے: مسائل الإمام أحمد، روایت: ان کے بیٹے ابو الفضل، (ص:53) نمبر: 159، تحقیق: طارق عوض اللہ۔

2 اس حدیث کو بخاری نے کتاب الوتر، باب لیجعل آخر صلاتہ وترًا، حدیث نمبر: (998) میں، اور مسلم نے کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی، حدیث نمبر: (751) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

ساتھ پڑھے، اور چاہے تو دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرے، پھر ایک رکعت الگ سے پڑھے۔

اور اگر وتر بھول جائے یا سو جائے تو وہ دن میں اس کی قضا کرے گا، جفت بنا کر، نہ کہ وتر کی طرح۔ اگر اس کی عادت تین وتر پڑھنے کی ہو تو چار رکعت پڑھے، اور اگر پانچ وتر پڑھنے کی عادت ہو تو چھ رکعت پڑھے، اسی طرح۔ کیونکہ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نیند یا تکلیف کی وجہ سے قیام اللیل نہ کر پاتے تو دن میں بارہ رکعت پڑھتے تھے۔[1]

3- نوافل میں چاشت کی نماز بھی ہے:

اس کی کم از کم دو رکعات ہیں، اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ صلاۃ الضحیٰ (نمازِ چاشت) چار رکعت پڑھتے تھے اور جتنا اللہ چاہتا زیادہ کرتے تھے۔[2]

اس کا وقت سورج کے بقدر نیزہ چڑھنے سے لے کر - یعنی طلوع کے تقریباً پندرہ منٹ بعد - زوال سے

---

1 اسے مسلم نے کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل، حدیث نمبر: (746) میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

2 اسے مسلم نے کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی، حدیث نمبر: (719) میں عن عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

کچھ پہلے تک ہے، یعنی سورج کے زوال سے تقریباً دس منٹ قبل یا اس کے قریب۔

اس کے مشروعیت کی دلیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے' انہوں نے فرمایا: «أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ: صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَي الضُّحَى، وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ». "میرے دوست (نبی کریم ﷺ) نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی؛ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنے، چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنے اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی"۔[1]

ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحَى». "تم میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ پر صبح کو ایک صدقہ (ضروری) ہے۔ چنانچہ ہر تسبیح [سبحان اللہ کہنا] صدقہ ہے، ہر تحمید [الحمد للہ کہنا] صدقہ ہے، ہر تہلیل [لا إله إلا اللہ کہنا] صدقہ ہے۔ اور ہر تکبیر [اللہ اکبر کہنا] صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی

---

[1] صحيح بخارى، كتاب التطوع، باب صلاة الضحى في الحضر، حديث نمبر: (1178)، صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الضحى، حديث نمبر: (721)۔

سے روکنا صدقہ ہے۔ اور ان سب کاموں سے وہ دو رکعتیں کافی ہو جاتی ہیں جو انسان چاشت کے وقت پڑھے"۔[1]

ممنوعہ اوقات

یہ وہ اوقات ہیں جن میں شارع نے نفل نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، یعنی: ان عام نوافل سے جن کا کوئی سبب نہیں ہے۔

اور ممنوعہ اوقات تین ہیں:

پہلا وقت: فجر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج کے بقدرِ نیزہ بلند ہونے تک، یعنی طلوع کے تقریباً پندرہ منٹ بعد تک، اور فجر کی نماز کا اعتبار ہر انسان کی اپنی نماز سے ہے۔

دوسرا وقت: جب دوپہر کا سایہ قائم ہو جائے یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے، یہ سورج کے ڈھلنے سے تقریباً دس منٹ پہلے دوپہر میں ہوتا ہے۔

تیسرا وقت: نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے، اور معتبر ہر انسان کی اپنی نماز ہے، چنانچہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی، حدیث نمبر: (720)

جب انسان عصر کی نماز پڑھ لے تو اس پر نماز حرام ہو جاتی ہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

لیکن اس سے مستثنی ہیں:

1- فرض نمازیں، جیسے: اگر کسی کے ذمہ کوئی قضا نماز ہو جو ان اوقات میں یاد آجا ئے، تو وہ اسے ادا کرے؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمومی فرمان ہے: «مَنْ نَامَ عَنْ صَلَاةٍ أَوْ نَسِيَهَا؛ فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا». "جو شخص نماز کے وقت سوجائے یا اسے بھول جائے؛ تو جب یاد آئے اسے پڑھ لے"۔[1]

2- راجح قول کے مطابق اس سے مستثنیٰ ہے: ہر ایسی نفل نماز جس کا کوئی سبب ہو؛ کیونکہ یہ نماز جس کا کوئی سبب ہو، وہ اپنے سبب کے ساتھ مربوط ہوتی ہے، اور اس نماز کو اسی سبب پر محمول کیا جاتا ہے، اس طرح کہ اس میں وہ حکمت ختم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ممانعت وارد ہوئی تھی، مثلاً: اگر آپ عصر کی نماز کے بعد مسجد میں داخل ہوں تو آپ دو رکعت نماز پڑھیں گے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ؛ فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى يُصَلِّيَ

---

[1] اسے امام بخاری نے كتاب مواقيت الصلاة، باب من نسي صلاة، حدیث نمبر: (597) میں اور امام مسلم نے كتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة، حدیث نمبر: (684) میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور بخاری نے نیند کا ذکر نہیں کیا۔

رَكْعَتَيْنِ»، "جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت ادا کیے بغیر نہ بیٹھے"۔[1] اسی طرح اگر آپ نماز فجر کے بعد یا زوال شمس کے وقت داخل ہوں تو بھی دو رکعت پڑھ کر ہی بیٹھیں۔

اسی طرح اگر سورج گرہن عصر کی نماز کے بعد ہو تو کسوف کی نماز ادا کی جائے گی کیونکہ یہ سبب والی نماز ہے۔

اسی طرح اگر کوئی انسان قرآن کی تلاوت کرے اور سجدے کی آیت سے گزرے تو وہ سجدہ کرے گا، خواہ ممنوعہ اوقات ہی میں کیوں نہ ہو؛ کیونکہ یہ ایک سبب ہے۔

بے نمازی کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دے، لیکن وہ اس کی بات نہ سنیں، تو کیا وہ ان کے ساتھ رہے اور ان سے میل جول رکھے، یا گھر سے نکل جائے؟

---

[1] اس حدیث کو بخاری نے کتاب التہجد، باب ما جاء في التطوع مثنى مثنى، حدیث نمبر: (1163) میں، اور مسلم نے کتاب الصلاۃ، باب استحباب تحية المسجد، حدیث نمبر: (714) میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

جواب: اگر یہ اہل خانہ کبھی بھی فرض نمازیں نہیں پڑھتے؛ تو وہ کافر ومرتد اور اسلام سے خارج ہیں، اور ان کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہے۔

لیکن اس پر لازم ہے کہ وہ انہیں دعوت دے اور اصرار کرے اور بار بار کہے، شاید اللہ انہیں ہدایت دے دے؛ کیونکہ کتاب وسنت، صحابہ کے اقوال اور صحیح نظر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ نماز ترک کرنے والا کافر ہے -والعیاذ باللہ-، اس کا تقاضہ ہے کہ اس قبیح عمل سے خبر دار رہا جائے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا:

﴿فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُاْ ٱلزَّكَوٰةَ فَإِخۡوَٰنُكُمۡ فِي ٱلدِّينِ...﴾

"اب بھی اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں..." [سورۃ التوبۃ: ١١]، آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو وہ ہمارے بھائی نہیں ہیں، اور دینی اخوت گناہوں سے ختم نہیں ہوتی اگرچہ وہ بڑی ہوں، لیکن اسلام سے خارج ہونے پر ختم ہو جاتی ہے۔

رہی بات حدیث کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جسے امام مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: «بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ»،

”آدمی اور کفر وشرک کے درمیان (فاصلہ مٹانے والا عمل) نماز کا ترک کرنا ہے“۔[1] سنن میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ: الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ». ”ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان جو عہد و میثاق ہے، وہ نماز ہے۔ جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا“۔[2]

صحابہ کے اقوال: امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اسلام میں اس شخص کا کوئی حصہ نہیں، جس نے نماز چھوڑدیا“۔[3] حدیث میں حظ (نصیب اور حصہ) کا لفظ نفی کے سیاق میں نکرہ ہے، لہذا یہ عام ہے، یعنی: کوئی حصہ نہیں، نہ تھوڑا نہ زیادہ۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم کفر علی من ترک الصلاة، حدیث نمبر: (82)۔

[2] اسے ترمذی نے كتاب الإيمان، باب ما جاء في ترك الصلاة، حدیث نمبر: (2621) میں، نسائی نے كتاب الصلاة، باب الحكم في تارك الصلاة، حدیث نمبر: (464) میں، ابن ماجہ نے كتاب إقامة الصلاة، باب ما جاء فيمن ترك الصلاة، حدیث نمبر: (1079) میں، اور احمد نے (346/5) روایت کیا ہے۔

[3] الموطأ لمالك برواية يحيى بن يحيى: كتاب الصلاة، باب العمل فيمن غلبه الدم، (81/1) حدیث نمبر: (93)، مصنف عبد الرزاق: (150/1)، مصنف ابن أبی شیبۃ: (25/11)، الزهد للإمام أحمد بن حنبل: (ص 154)۔

حضرت عبد اللہ بن شقیق رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "صحابہ کرام نماز کے علاوہ کسی عمل کے ترک کرنے کو کفر نہیں شمار کرتے تھے"[1]

جہاں تک صحیح نظر کا تعلق ہے تو کہا جاتا ہے: کیا یہ معقول بات ہے کہ ایک شخص جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو، نماز کی عظمت اور نماز کے تئیں اللہ کی تاکید کو جانتا ہو، پھر بھی اسے بالکلیہ ترک کرنے پر مصر رہے ؟! یہ ممکن نہیں۔

میں نے ان دلائل پر غور کیا جن سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ تاک صلاۃ کافر نہیں ہوتا، تو میں نے پایا کہ وہ پانچ حالتوں سے خالی نہیں ہیں:

1- یا تو اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

٢- یا یہ کہ اس کو ایسی صفت کے ساتھ مقید کیا گیا ہے جس کے ساتھ نماز ترک کرنا ممکن نہیں۔

٣- یا یہ کہ وہ ایسی حالت سے مقید ہے جس میں اس نماز کو ترک کرنے کا عذر ہو۔

---

1 سنن ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء في ترك الصلاة، حديث نمبر " (2622)۔

4- یا یہ کہ وہ عام ہے جسے تارک صلاۃ کو کافر قرار دینے والی احادیث سے مخصّص کی جائے۔

5- یا یہ کہ وہ کمزور ہے اور صحیح احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

نصوص میں یہ نہیں آیا ہے کہ نماز ترک کرنے والا مؤمن ہے، یا وہ جنت میں داخل ہوگا، یا وہ جہنم سے نجات پائے گا، یا اس جیسی کوئی دوسری وضاحت جو ہمیں اس کفر کی تاویل کرنے پر مجبور کرے جس کا حکم نماز ترک کرنے والے پر لگایا گیا ہے کہ اس سے مراد کفرانِ نعمت ہے، یا کفر دون کفر ہے۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ تارک صلاۃ کفرِ ارتداد کا مرتکب ہے، تو اس کے کفر پر مرتدین کے احکام مرتب ہوں گے، جن میں سے چند احکام یہ ہیں:

پہلا: یہ درست نہیں کہ اس کا نکاح کیا جائے، اگر اس کا نکاح ہو جائے جبکہ وہ نماز نہیں پڑھتا تو نکاح باطل ہے، اور اس کے لئے بیوی حلال نہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرات کے بارے میں فرمایا:

﴿...فَإِنۡ عَلِمۡتُمُوهُنَّ مُؤۡمِنَٰتٖ فَلَا تَرۡجِعُوهُنَّ إِلَى ٱلۡكُفَّارِۖ لَا هُنَّ حِلّٞ لَّهُمۡ وَلَا هُمۡ يَحِلُّونَ لَهُنَّ...﴾

" ... پس اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو، یہ ان کے لیے

حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لیے حلال ہیں... "۔ [سورة الممتحنۃ: ۱۰]

دوسرا : اگر عقدِ نکاح کے بعد نماز ترک کر دے تو اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے، اور اس کے لیے بیوی حلال نہیں رہتی؛ اس آیت کی بنا پر جو ہم نے اوپر ذکر کی، اہل کی اس معروف تفصیل کے مطابق جو انہوں نے دخول سے قبل اور دخول کے بعد کے سلسلے میں بیان کی ہے۔

تیسرا: وہ شخص جو نماز نہیں پڑھتا، اگر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا کیونکہ وہ حرام ہے، جبکہ اگر کوئی یہودی یا نصرانی ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ ہمارے لیے حلال ہے کہ ہم اسے کھا سکتے ہیں، معلوم ہوا کہ اس کا ذبحیہ -والعیاذ باللہ- یہود و نصاریٰ کے ذبح سے بھی زیادہ خبیث ہے۔

چوتھا: اس کے لئے مکہ یا اس کے حدود حرم میں داخل ہونا جائز نہیں ہے؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلۡمُشۡرِكُونَ نَجَسٞ فَلَا يَقۡرَبُواْ ٱلۡمَسۡجِدَ ٱلۡحَرَامَ بَعۡدَ عَامِهِمۡ هَٰذَا...﴾

" اے ایمان والو! بے شک مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں..." [سورة التوبۃ: ۲۸]

پانچواں: اگر اس کے رشتہ داروں میں سے کوئی فوت ہوجائے تو اس کا اس کی میراث میں کوئی حق نہیں ہوگا، چنانچہ اگر کوئی نمازی مسلمان فوت ہوجائے جس کے پاس ایک بے نمازی بیٹا ہو، اور ایک دور کا چچا زاد بھائی (عاصب) ہو، تو کون اس کا وارث بنے گا؟

ج: اس کے دور کا چچازاد بھائی اس کا وارث بنے گا، نہ کہ اس کا بیٹا؛ کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرمایا: «لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ» " مسلمان کافر کا وارث نہیں بنے گا اور نہ کافر مسلمان کا وارث بنے گا"۔ [متفق علیہ][21] نیز نبیﷺ کا ارشاد ہے: «أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ» "میراث کے حصے جو (قرآن کریم میں) متعین کیے گیے ہیں' ان کے حصہ داروں کو دو' پھر جو کچھ بچے وہ میت کے قریب ترین مرد رشتہ داروں (عصبہ) کا حق ہے"۔ [متفق علیہ] یہ مثال تمام وارثوں پر صادق آتی ہے۔

---

1 صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الولد من أبیه وأمه، حدیث نمبر:(6732)، صحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب ألحقوا الفرائض بأهلها، حدیث نمبر: (1615) بہ روایت: ابن عباس رضی اللہ عنہما۔
2 صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر' حدیث نمبر: (6764)، صحیح مسلم، کتاب الفرائض' حدیث نمبر: (1614)۔

چھٹی بات: اگر وہ مر جائے تو نہ اسے غسل دیا جائے گا، نہ کفن پہنایا جائے گا، نہ اس پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی، اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے ساتھ دفن کیا جائے گا، تو پھر ہم اس کے ساتھ کیا کریں؟

جواب: ہم اسے صحرا میں لے جائیں گے، اس کے لیے قبر کھودیں گے، اور اسے انہی کپڑوں میں دفن کریں گے؛ کیونکہ اس کی کوئی حرمت نہیں، اس بنا پر کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسا میت ہو جس کے بارے میں وہ جانتا ہو کہ وہ نماز نہیں پڑھتا، پھر بھی وہ اسے مسلمانوں کے سامنے پیش کرے تاکہ وہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔

ساتویں بات: قیامت کے دن وہ فرعون، ہامان، قارون اور ابی بن خلف کے ساتھ اٹھایا جائے گا، جو کفر کے پیشوا ہیں[1]۔ اللہ کی پناہ، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، اور اس کے اہل خانہ میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کرے؛ کیونکہ وہ کافر ہے اور اس کا مستحق نہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن يَسۡتَغۡفِرُواْ لِلۡمُشۡرِكِينَ وَلَوۡ كَانُوٓاْ أُوْلِي قُرۡبَىٰ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمۡ أَنَّهُمۡ أَصۡحَٰبُ ٱلۡجَحِيمِ 113﴾

[1] جیسا کہ امام احمد نے اپنی «مسند» (169/2) میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

" پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہوجانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں"۔ [سورۃ التوبۃ: 113]۔

یہ مسئلہ - میرے بھائیو - انتہائی خطرناک ہے، اور افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ اس خطرناک معاملے میں تساہل برتتے ہیں۔

لیکن الحمد للہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُواْ ٱلشَّهَوَٰتِۖ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا ٥٩ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحٗا فَأُوْلَٰٓئِكَ يَدۡخُلُونَ ٱلۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُونَ شَيۡـٔٗا ٦٠ جَنَّٰتِ عَدۡنٍ ٱلَّتِي وَعَدَ ٱلرَّحۡمَٰنُ عِبَادَهُۥ بِٱلۡغَيۡبِۚ إِنَّهُۥ كَانَ وَعۡدُهُۥ مَأۡتِيّٗا ٦١ لَّا يَسۡمَعُونَ فِيهَا لَغۡوًا إِلَّا سَلَٰمٗاۖ وَلَهُمۡ رِزۡقُهُمۡ فِيهَا بُكۡرَةٗ وَعَشِيّٗا 62﴾

" پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کردی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے، سو ان کا نقصان ان کے آگے آئے گا۔

بجز ان کے جو توبہ کر لیں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کی ذرا سی بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔

ہمیشگی والی جنتوں میں جن کا غائبانہ وعدہ اللہ مہربان نے اپنے بندوں سے کیا ہے۔ بے شک اس کا وعدہ پورا ہونے والا ہی ہے۔

وہ لوگ وہاں کوئی لغو بات نہ سنیں گے صرف سلام ہی سلام سنیں گے، ان کے لئے وہاں صبح وشام ان کا رزق ہوگا"۔ [سورۃ مریم: ۵۹-۶۲]

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو اپنی اطاعت اس طرح کرنے کی توفیق دے جو اس کی رضا کا موجب ہو، واللہ اعلم، اور درود و سلام ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ کرام پر۔

محمد بن صالح العثیمین

توبہ

توبہ: اللہ تعالی کی نافرمانی سے پلٹ کر اس کی اطاعت کی طرف لوٹنے کا نام ہے۔

توبہ ہر مؤمن پر واجب ہے،

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ تُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ تَوۡبَةٗ نَّصُوحًا...﴾

"اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو... "۔ [سورۃ التحریم: ۸]

توبہ اللہ عزوجل کو محبوب ہے،

﴿...إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلتَّوَّٰبِينَ وَيُحِبُّ ٱلۡمُتَطَهِّرِينَ﴾

"... اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔ [سورۃ البقرۃ : ۲۲۲]۔

توبہ کامیابی کے اسباب میں سے ہے،

﴿...وَتُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ﴾

" ... اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ"۔ [سورۃ النور: ۳۱] کامیابی یہ ہے کہ انسان کو اس کی مطلوبہ چیز حاصل ہو جائے، اور وہ جس چیز سے خوفزدہ ہو اس سے نجات پا لے۔

توبہ کے ذریعے اللہ گناہوں کو بخش دیتا ہے خواہ وہ کتنے ہی بڑے اور کتنے ہی زیادہ ہوں۔

﴿قُلۡ يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسۡرَفُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُواْ مِن رَّحۡمَةِ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغۡفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًاۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلۡغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ 53﴾

" (میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے"۔ [سورۃ الزمر: ۵۳] اے گنہگار بھائی! اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو، کیونکہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور اس وقت تک کھلا رہے گا جب تک کہ سورج مغرب سے نہ طلوع ہو جائے، نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ؛ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ؛ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا» " اللہ تعالی رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کرلے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرلے۔ یہاں تک کہ سورج مغرب سے نہ طلوع ہو جائے"۔ صحیح مسلم[1]۔

کتنے ہی لوگ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرتا ہے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَٱلَّذِينَ لَا يَدۡعُونَ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ وَلَا يَقۡتُلُونَ ٱلنَّفۡسَ ٱلَّتِي حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلَّا بِٱلۡحَقِّ وَلَا يَزۡنُونَۚ وَمَن يَفۡعَلۡ ذَٰلِكَ يَلۡقَ أَثَامٗا٦٨ يُضَٰعَفۡ لَهُ ٱلۡعَذَابُ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَيَخۡلُدۡ فِيهِۦ مُهَانًا٦٩ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلٗا صَٰلِحٗا فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمۡ حَسَنَٰتٖۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورٗا رَّحِيمٗا٧٠﴾

" اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کردیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے ، نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔

---

[1] اسے امام مسلم نے کتابُ التوبہ، باب: قبول التوبہ من الذنوب، حدیث نمبر: (2759) میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب کیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔

سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے"۔ [سورۃ الفرقان: 68-70]

توبۃ النصوح وہ ہے جس میں پانچ شرطیں یکجا ہوں:

پہلی شرط: اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص، یعنی نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کا ثواب، اور اس کے عذاب سے نجات حاصل ہو۔

دوسری شرط: گناہ پر نادم ہونا، اس پر غمگین ہونا اور یہ تمنا کرنا کہ کاش اس نے یہ گناہ نہ کیا ہوتا۔

تیسری شرط: فوراً گناہ سے باز آجانا۔ اگر گناہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ہو اور حرام کام ہو تو اسے چھوڑ دے، اگر کسی واجب کو ترک کیا ہو تو فوراً اس کو بجا لائے۔ اور اگر گناہ مخلوق کے حق میں ہو تو فوراً اس سے معافی تلافی کرائے، یا تو اس حق کو صاحب حق تک لوٹا دے، یا اس سے معافی طلب کرے اور اس سے بری الذمہ ہو جائے۔

چوتھی شرط: اس گناہ کو مستقبل میں دوبارہ نہ کرنے کا عزم کرنا۔

پانچویں شرط: توبہ اس وقت سے پہلے ہونی چاہیے جب اس کی قبولیت کا وقت ختم نہ ہو جائے، یا تو موت کے وقت یا سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے وقت، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَيۡسَتِ ٱلتَّوۡبَةُ لِلَّذِينَ يَعۡمَلُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ حَتَّىٰٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ ٱلۡمَوۡتُ قَالَ إِنِّي تُبۡتُ ٱلۡـَٰٔنَ...﴾

" ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی..." [سورۃ النساء: ۱۸] نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا؛ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ» " جو شخص سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے قبل توبہ کر لے، اللہ تعالی اس کی توبہ قبول فرمائے گا"۔ صحیح مسلم[1] اے اللہ! ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما اور ہماری توبہ قبول فرما؛ بے شک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

تحریر: محمد الصالح العثیمین

۱۷/۴/۱۴۰۶ھ

---

[1] اس حدیث کو مسلم نے کتاب الذکر' باب استحباب الاستغفار، حدیث نمبر: (2703) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تیسری فصل: جنازہ

میت کو غسل دینے کے احکام

میت کو غسل دینے کا طریقہ۔

میت کو کفن دینے کا طریقہ۔

میت کی نماز جنازہ کا طریقہ علیہ۔

میت کو دفن کرنے کا طریقہ۔

میت کو غسل دینے کے احکام

الحمد للَّه ربِّ العالمين، وأشهد أنْ لا إله إلَّا الله، وحده لا شريك له، إلَهُ الأوَّلين والآخرين، وأشهد أنَّ محمدًا عبده ورسوله، خاتم النَّبيين، وإمَامُ المُتَّقين، صلَّى الله عليه وعلى آلِه وأصحابه، ومن تَبِعَهُم بإحسانٍ إلى يوم الدِّين، وسلَّم تسليمًا، أمَّا بعد:

میت کو غسل دینے، کفن پہنانے اور دفن کرنے سے متعلق یہ ایک مختصر بیان ہے، البتہ مقصد کی طرف بڑھنے سے قبل چند اہم باتیں پیش خدمت ہیں:

1- مسلمان میت کو غسل دینا، کفن پہنانا اور دفنانا فرض کفایہ ہے، لہٰذا جو شخص یہ کام انجام دے، اسے نیت کرنی چاہیے کہ وہ اس فریضہ کو ادا کر رہا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا اجر و ثواب حاصل

کر سکے۔ جہاں تک کافر کا تعلق ہے تو اسے غسل دینا، کفن پہنانا اور مسلمانوں کے ساتھ دفنانا جائز نہیں۔

2- غسل دینے والا میت کا امین ہوتا ہے، چنانچہ اس پر لازم ہے کہ غسل دینے کے جو لوازمات ہیں' انہیں انجام دے۔

3- غسل دینے والا میت کا امین ہوتا ہے، لہذا اس پر لازم ہے کہ جو ناپسندیدہ چیز اس نے میت میں دیکھی ہو اسے راز رکھے۔

4- غسل دینے والا میت کا امین ہوتا ہے، لہذا کسی کو بھی میت کے پاس آنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے سوائے اس کے جس کی ضرورت ہو تاکہ میت کو پلٹنے یا پانی ڈالنے میں اس کی مدد کر سکے۔

5- غسل دینے والا میت کا امین ہوتا ہے، لہذا اسے چاہیے کہ میت کے ساتھ نرمی اور احترام کا برتاؤ کرے، اور اس کے کپڑے اتارتے وقت یا غسل دیتے وقت سختی یا بد نیتی کا مظاہرہ نہ کرے۔

6- مرد عورت کو غسلِ (جنازہ) نہیں دے سکتا، سوائے اس کے کہ وہ اس کی بیوی ہو، اور نہ ہی عورت مرد کو غسل دے سکتی ہے، سوائے اس کے کہ وہ اس کا شوہر ہو، البتہ سات سال سے کم عمر کے بچے کو

مرد اور عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں، چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔

7- غسل دینے والے کے لیے مستحب ہے کہ جب فارغ ہو تو جنابت کے غسل کی طرح غسل کرے، اور اگر نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔

میت کو غسل دینے کا طریقہ

غسلِ میت میں واجب یہ ہے کہ پورے جسم کو پانی سے دھویا جائے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے، اور افضل یہ ہے کہ مندرجہ ذیل عمل کیا جائے:

1- میت کو اس چیز پر لٹا دیا جائے جس پر اسے غسل دینا مقصود ہو، اس طرح کہ اس کے پاؤں کی طرف پانی بہہ سکے۔

2- میت کی ستر پوشی کے لیے ناف سے گھٹنے تک کپڑا لپیٹ دیا جائے تاکہ کپڑے اتارنے کے بعد اس کی شرم گاہ نظر نہ آئے۔

3- میت کا لباس نرمی سے اتارے۔

4- غسل دینے والا اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ لے، پھر میت کی شرمگاہ کو بغیر کھولے دھوئے یہاں تک کہ اسے پاک صاف کر دے، پھر کپڑا پھینک دے۔

5- میت کے دانتوں اور ناکوں کو بھیگے ہوئے کپڑے سے صاف کرے۔

6- میت کے چہرے کو، دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت، سر کو، اور دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوئے۔ پہلے دائیں ہاتھ کو دھوئے پھر بائیں کو، اور پہلے دائیں پیر کو دھوئے پھر بائیں کو۔

7- میت کے منہ اور ناک میں پانی نہ ڈالا جائے؛ ان کی صفائی کے لیے کپڑے کا استعمال کافی ہے۔

8- اس کے جسم کو تین، پانچ، سات یا اس سے زیادہ مرتبہ دھوئے، جس قدر جسم کی صفائی اور پاکیزگی کے لیے ضروری ہو۔ پہلے جسم کے دائیں جانب سے شروع کرے پھر بائیں جانب دھوئے۔

9- افضل یہ ہے کہ جس پانی سے غسل دیا جائے، اسے بیری کے پتوں کے ساتھ ملایا جائے، کیونکہ یہ زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔ چنانچہ بیری کے پتوں کے ساتھ ملے ہوئے پانی کو اپنے ہاتھ سے ملائے، یہاں تک کہ اس کا جھاگ ظاہر ہو جائے، پھر اس جھاگ سے اس کے سر اور داڑھی کو دھوئے، اور باقی جسم کو باقی پانی سے دھوئے۔

١٠- افضل یہ ہے کہ آخری غسل میں کافُور، جو کہ ایک معروف خوشبو ہے، ملایا جائے۔

11- اگر میت کے بال ہوں؛ تو انہیں سنوارا جائے، نہ کہ الجھایا جائے، اور نہ ہی ان میں سے کچھ کاٹا جائے۔

12- اگر میت عورت ہو تو اس کے بال اگر چوٹیوں کی صورت میں بندھے ہوں تو اسے کھولا جائے، پھر جب غسل دے دیا جائے اور صاف کر دیا جائے تو اسے تین چوٹیوں میں باندھ دیا جائے اور ان کو اس کی پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا جائے۔

13- اگر میت کے بعض اعضا جدا ہوں تو انہیں بھی غسل دیا جائے اور میت کے ساتھ ملا دیا جائے۔

14- اگر میت جلنے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے گل گیا ہو اور غسل دینا ممکن نہ ہو، تو بہت سے اہل علم کے نزدیک اسے تیمم کرایا جائے گا۔ تیمم کرنے والا اپنے ہاتھ زمین پر مارے گا اور ان سے میت کے چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مسح کرے گا۔

میت کی تکفین کا طریقہ

میت کو کفن دینے میں واجب یہ ہے کہ ایک کپڑا ہو جو اس کے پورے جسم کو ڈھانپ لے، لیکن افضل یہ ہے:

1- کفن تین سفید کپڑوں میں دیا جائے، جنہیں ایک دوسرے کے اوپر رکھا جائے، پھر میت کو ان پر لٹایا

جائے، پھر اوپر والے کپڑے کا دایاں کنارہ میت کے سینے پر ڈالا جائے، پھر بایاں کنارہ، پھر دوسرے کپڑے کے ساتھ بھی یہی کیا جائے، پھر تیسرے کے ساتھ بھی اسی طرح کیا جائے، پھر کپڑوں کے کنارے سر اور پاؤں کی طرف سے لپیٹ دیے جائیں اور گرہیں باندھ دی جائیں۔

2- کفن کو بخور کی دھونی دی جائے، اور اس کے درمیان حنوط چھڑکا جائے، اور حنوط: مردوں کے لیے تیار کی جانے والی خوشبوؤں کا مرکب ہے۔

۳- میت کے چہرے، جوڑوں اور سجدہ کی جگہوں پر حنوط لگایا جائے۔

4- آنکھوں، ناکوں اور ہونٹوں پر روئی میں حنوط ڈال کر رکھا جائے۔

5- روئی میں کچھ حنوط ڈال کر اس کے سرینوں کے درمیان رکھا جائے اور اسے کپڑے سے باندھ دیا جائے۔

6- عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے: تہ بند، اوڑھنی، قمیص اور دو چادریں۔ اور اگر اسے مرد کی طرح کفن دیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

7- میت کو قبر میں رکھتے وقت اس کے کفن کی گرہیں کھول دی جائیں۔

1- مسلمان میت کی نماز جنازہ پڑھی جائے، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت۔

2- اگر حمل چار مہینے کا ہو کر ساقط ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو بڑے کے ساتھ کیا جاتا ہے، یعنی اسے غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا اور پھر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

3- اگر حمل چار مہینے پورے ہونے سے پہلے ساقط ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی؛ کیونکہ اس میں روح نہیں پھونکی گئی، نہ اسے غسل دیا جائے گا اور نہ کفن پہنایا جائے گا، بلکہ اسے کسی بھی جگہ دفن کر دیا جائے گا۔

4- امام، مرد کے سر کے برابر میں اور عورت کے جنازہ کے بیچ میں کھڑا ہوگا، اور لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

5- نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہے، پہلی تکبیر کے بعد تعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے۔

پھر دوسری تکبیر کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھے، درود یہ ہے: «اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ؛ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ؛ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَبَارِكْ عَلَى

مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ؛ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ؛ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ». ”اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آلِ محمد ﷺ پر جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر اور آلِ ابراہیم علیہ السلام پر، یقینًا تو قابلِ تعریف اور بڑی شان والا ہے، اے اللہ! برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آلِ محمد ﷺ پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر اور آلِ ابراہیم علیہ السلام پر، یقینًا تو قابلِ تعریف اور بڑی شان والا ہے۔“[1]

اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کرے، اور افضل یہ ہے کہ نبی ﷺ سے جو دعا ثابت ہے وہی پڑھے، اور اگر وہ دعا نہ جانتا ہو تو جو دعا جانتا ہو وہی دعا کرے۔[2]

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: (3370)، سنن ابو داود، حدیث نمبر: (978)۔

[2] ایک دعا یہ ہے: "اے اللہ! ہمارے زندوں اور مُردوں اور ہمارے حاضر وغائب اور ہمارے چھوٹوں اور بڑوں اور ہمارے مَردوں اور عورتوں کو بخش دے، اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو تو وفات دے اس کو ایمان پر وفات دے، اے اللہ! اس میت کو بخش دے، اس پر رحم فرما، اس کو عافیت میں رکھ، اس سے درگزر فرما، اس کی باعزت مہمانی فرما، اس کی قیام گاہ کو کشادہ کردے، اس کو پانی، برف اور اولوں سے دھو دے، اسے گناہوں اور غلطیوں سے اس طرح پاک کردے جیسے سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے، اس کو اس

چوتھی تکبیر کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرے، پھر سلام پھیرے، اور اگر سلامی پھیرنے سے پہلے یہ دعا پڑھے: «رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ»؛ ”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما، اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔“[1]؛ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

میت کو دفن کرنے کا طریقه

1- واجب یہ ہے کہ میت کو ایسی قبر میں دفن کیا جائے جو اسے درندوں سے محفوظ رکھے، اسے قبلہ رخ رکھا جائے، اور قبر جتنی گہری ہو اتنا ہی بہتر ہے۔

کے گھر کے بدلے اس سے بہتر گھر اور اس کے اہل خانہ سے بہتر اہل خانہ' اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما' اس کو جنت میں داخل فرما اور اسے عذاب قبر اور عذاب جہنم سے بچالے، اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر، اور اے رب العالمین! ہمیں اور اس کو بخش دے، اور اس کے لئے اس کی قبر کو کشادہ اور منور کردے"۔

اگر وہ بچہ ہو تو یہ دعا بھی پڑھے: "اے اللہ! اسے اس کے والدین کے لئے ذخیرہ، پیشرو، باعث اجر اور مقبول سفارشی بنا دے، اے اللہ! ان کے میزان کو اس کے ذریعے بھاری کر دے، ان کے اجر کو اس کے ذریعے عظیم کر دے، اسے نیک مؤمنوں کے اسلاف سے ملا دے، اسے ابراہیم کی کفالت میں رکھ، اور اپنی رحمت سے اسے جہنم کے عذاب سے بچا لے"۔

[1] صحیح بخاری : (6026)، صحیح مسلم : (2690)

2- افضل یہ ہے کہ قبر لحد ہو، یعنی میت کے لیے قبر کی دیوار میں قبلہ کی جانب ایک گڑھا کھودا جائے۔

3- یہ جائز ہے کہ اگر ضرورت ہو تو قبر کے وسط میں میت کے لیے ایک گڑھا کھودا جائے، مثلاً جب زمین نرم ہو۔

4- میت کو قبر میں دائیں کروٹ قبلہ رخ رکھا جائے۔

5- لحد کے اوپر کچی اینٹیں کھڑی کرکے رکھی جائیں اور ان کے درمیان کی جگہ کو گیلی مٹی سے بند کردیا جائے تاکہ مٹی میت پر نہ گرے۔

6- اس کے بعد قبر کو دفن کر دیا جائے، اسے اونچا نہ کیا جائے، اور نہ ہی اسے چونا یا کسی اور چیز سے پختہ کیا جائے۔

7- تین اوقات میں دفن کرنا جائز نہیں:

جب سورج طلوع ہو کر بقدرِ نیزہ بلند ہو جائے۔

اور جب زوال کا وقت ہو یہاں تک کہ زوال کا وقت ختم ہو جائے۔

اور جب سورج غروب ہونے کے قریب ایک نیزے کے برابر رہ جائے یہاں تک کہ وہ غروب ہو جائے۔

پہلے اور آخری وقت کی مقدار: تقریباً پندرہ منٹ، اور دوسرے وقت کی مقدار: تقریباً دس منٹ یا اس کے قریب۔

8- کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا؛ نہ اسے غسل دیا جائے گا، نہ کفن پہنایا جائے گا، اور نہ ہی اس پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی، بلکہ اسے ایسی جگہ دفن کیا جائے گا جو کسی کی ملکیت نہ ہو، یا اسے اس کے ملک واپس بھیج دیا جائے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہان کا پروردگار ہے، اور درود وسلام نازل ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور تمام صحابہ پر۔

تحریر: اللہ کا بندہ محتاج

محمد بن صالح العثیمین

فہرست

طہارت، نماز اور جنازے کے فقہی احکام.............................2
طہارت، نماز اور جنازے کے بعض فقہی احکام 2
مقدِّمہ..2
پہلی فصل :طہارت..6
وضو 7
غسل.. 11
تیمم 14
موزوں پر مسح 17
موزوں، عمامہ اور پٹی پر مسح کرنے سے متعلق چند سوالات
.... 24
موزوں پر مسح 25
پگڑیوں پر مسح.. 39
پٹی پر مسح.. 41
دوسری فصل :نماز؛ 44
نماز.. 45
سجدۂ سہو کے احکام 70
سجدۂ تلاوت.. 78
:سجدۂ تلاوت کا طریقہ * 79
مسافر کی نماز اور اس کا روزہ.. 81
جو شخص ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہو، وہ نماز کیسے
پڑھے؟... 85

ہوائی جہاز سے سفر کرنے والا حج اور عمرہ کا احرام کیسے باندھے؟ 87
بیماری ‘اور بیمار شخص کو جو باتیں مد نظر رکھنی چاہئے 88
مریض کیسے طہارت حاصل کرے؟ 91
مریض کیسے نماز ادا کرے گا؟ 94
مریض کیسے روزہ رکھے؟ 97
نفلی نماز 99
:کی فضیلت * 99
:نفلی نماز کی مثالیں 100
ممنوعہ اوقات 105
بے نمازی کا حکم 107
توبہ 116
تیسری فصل :جنازہ 121
میت کو غسل دینے کے احکام 121
میت کو غسل دینے کا طریقہ 123
میت کی تکفین کا طریقہ 125
نماز جنازہ کا طریقہ 127
میت کو دفن کرنے کا طریقہ 129